

اہل سنت کا دینی علمی روحانی ترجمان

ماہنامہ

الغوث

اپریل-2026

مدیر اعلیٰ: مفتی سید شہباز اصدق غوثی

ناشر: خانقاہ غوثیہ شہودیہ اصدقیہ
سہسرام روہتاس بہار الہند

زیر سرپرستی: وارث مسند غوثیہ سید شاہ عارفین اصدق غوثی شہودی چشتی قادری صاحب

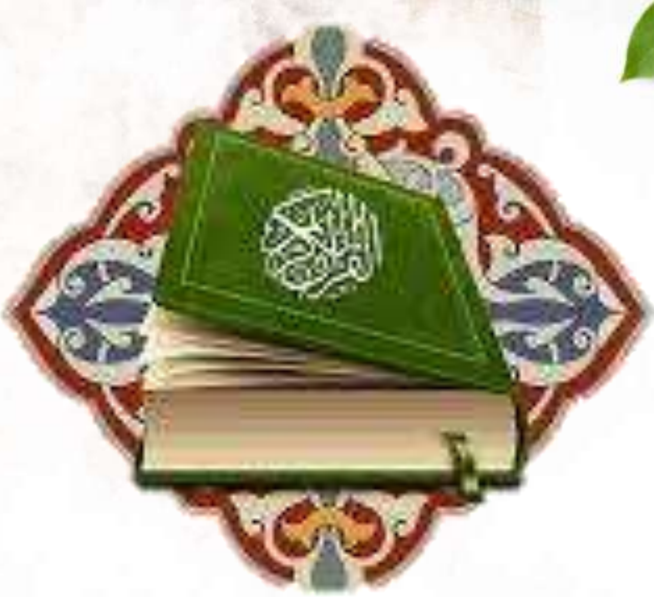
اہل سنت کا دینی علمی روحانی ترجمان

ماہنامہ

الغوث

شوال المکرم ۱۴۴۷ھ

اپریل 2026



مدیر اعلیٰ

مفتی سید شہباز اصدق غوثی

خانقاہ غوثیہ شہودیہ اصدقیہ سہسرام روہتاس بہار الہند

مشمولات

تزئین وترتیب

الحمد گرافکس

نوٹ: مضمون نگار اپنے قیمتی مضامین ہمیں درج ذیل واٹس ایپ نمبر یا ای میل پر ارسال کریں۔

ssasdaque@gmail.com +27838463037

ماہنامہ

الغوث

جلد: 1، شمارہ: 4۔ اپریل 2026
شوال المکرم ۱۴۴۷ھ

مدیر اعلیٰ:
مفتی سید شہباز اصدق
+27838463037

معاونین
مولانا تبارک حسین امجدی
مفتی سبحان رضا امجدی

رفقائے ادارہ
حضرت علامہ
سید محمد علیم الدین اصدق مصباحی صاحب
(ساؤتھ افریقہ)
حضرت علامہ افتخار احمد قادر مدنی صاحب
(مدینہ منورہ)
حضرت پروفیسر سید شہما نجیب گیلانی صاحب
(انڈیا)

ناشر
خانقاہ غوثیہ اصدقیہ، سہسرام، روہتاس بہار
09097467826

ای میل
ssasdaque@gmail.com

نوٹ
اس شمارے کے قلم کاروں کی آرا سے ادارہ اور ایڈیٹر کا متفق ہونا ضروری نہیں

احباب خانقاہ کے نمبر پر رابطہ کر کے ہر ماہ رسالہ مفت حاصل کریں۔

گزارش
علم دوست حضرات Rs786 کے ذریعہ اعزازی ممبری فیس قبول کر کے اس علمی کام میں ادارہ کی مدد کر سکتے ہیں



اداریہ

ایران وامریکہ تنازع: اسباب، اثرات اور مستقبل

مدیر اعلیٰ: مفتی سید شہباز اصدق

۲۸ فروری ۲۰۲۶ء کو امریکہ اور اسرائیل کی جانب سے ایران کے متعدد شہروں پر اچانک حملہ کیا گیا۔ ایران کے سپریم لیڈر آیت اللہ علی خامنہ ای اس حملے کا شکار ہو کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے، جس کے بعد ایران، امریکہ اور اسرائیل کے درمیان شدید جنگ جاری ہوگئی۔ اور آج ۴/ اپریل تک یہ جنگ ہولناک صورت میں مسلسل جاری ہے اور اس کے اثرات نہ صرف ملکی بلکہ عالمی سطح پر بھی نمایاں ہونے لگے ہیں۔

یہ تنازع کوئی وقتی یا اچانک پیدا ہونے والا بحران نہیں ہے، بلکہ اس کے پس منظر میں ایک طویل تاریخی، سیاسی اور تہذیبی کشمکش کارفرما ہے۔ اس کی جڑیں ۱۹۷۹ء کے ایرانی انقلاب میں پیوست ہیں، ۱۹۷۹ء کے ایرانی انقلاب سے قبل ایران پر محمد رضا شاہ پہلوی کی حکومت تھی، رضا شاہ جدیدیت سے مرعوب، مغرب نواز اور دین بے زار تھا۔ جس کی وجہ سے اس نے اپنے عہد میں دینی اقدار کو پامال کیا، جدیدیت کے نام پر لادینی کو فروغ دیا۔ ایرانی معاشرہ میں عریانی، فحاشی اور بے حیائی کو پروان چڑھایا، اور اس طرح اس نے ایران کی عوام پر مغربی تہذیب کو مسلط کیا۔ ثقافتی سطح پر جہاں شاہ کی حکومت نے ایرانی معاشرہ کو تباہ کیا وہیں سیاسی طور پر بھی اس نے ایران کو بے حد کمزور کیا۔ ایران تیل کے ذخائر سے مالا مال ہے۔ شاہ نے ایرانی تیل کے ذخائر پر مغرب ممالک کو خصوصا امریکہ کو کنٹرول دیا۔ شاہ کی مغرب نوازی اور دین بے زاری کو لے کر ایرانی عوام میں غم و غصہ کا پایا جانا لازمی تھا۔ اسی غم وغصے نے ایک دن بڑے احتجاج بلکہ ایک عظیم انقلاب کی شکل اختیار کر لی۔ 1978 میں ایران کی عوام نے شاہ کے خلاف مظاہرہ اور احتجاج شروع کیا اور بالآخر 1979 میں ایک ہمہ گیر انقلاب کے ذریعے شاہی نظام کا خاتمہ ہوا۔

انقلاب کے بعد ایران نے خود کو ایک خود مختار ریاست کے طور پر منوایا اور مغربی اثر و رسوخ کو محدود کرنے کی کوشش کی۔ ایران میں اس بدلتے ہوئے منظر نامہ کو دیکھ کر امریکہ کو ایران میں اپنی مضبوط ساکھ کمزور ہوتی نظر آئی اور پھر 2002 میں ایران کے ایٹمی پروگرام کے بارے میں عالمی سطح پر پہلی اطلاع سامنے آئی تو امریکہ پر گویا سکتہ طاری ہو گیا۔ اس خبر کے سامنے آتے ہی امریکہ نے اس امر کو عالمی امن کے لیے ایک سنگین خطرہ قرار دیا، اس کے بعد امریکہ نے ایران پر اقتصادی اور سفارتی دباؤ بڑھانے کے لیے مختلف پابندیاں بھی عائد کیں، کئی سالوں بعد 2015 میں امریکہ نے ایران کے ساتھ مذاکرات کا

راستہ اختیار کیا جس کے نتیجے میں 2015 میں ایک جوہری معاہدہ طے پایا۔ لیکن رہ رہ کر امریکہ جوہری بم بنانے کو عالمی خطرہ گردان کر ایران پر حملے کا جواز ڈھونڈ تا رہا ہے۔

جاری کشیدگی میں امریکہ نے بظاہر تمام جنگی پیش بندی اور منصوبہ بندی کے ساتھ ایران پر حملہ کیا تھا اور ایران کی قیادت کو مار گرانے کے بعد اپنے گمان میں کامیابی اور فتح محسوس کر رہا تھا، لیکن چھ گھنٹے کی قلیل مدت کے اندر ایران کے زبردست جوابی حملے نے امریکہ کے صدر ڈونل ٹرمپ کو مبہوت کر دیا۔ چھ گھنٹے سے بھی کم وقت میں ایران نے خلیج میں موجود امریکہ کے کئی اڈوں پر بھی حملہ کیا۔ اس کے علاوہ اسرائیل میں بھی کئی مقامات پر بیلسٹک میزائل داغے۔ یہ جنگی سلسلہ ایک ماہ سے زیادہ پر محیط ہو چکا ہے۔ اس جنگ میں ایران کا جانی و مالی نقصان بہت زیادہ ہوا ہے اور ہو رہا ہے، لیکن ایران کے حملے بھی شدید ہیں، جس سے امریکہ اور اسرائیل کا جانی و مالی نقصان بھی بے تحاشہ ہو رہا ہے۔ اسرائیل کے پاس آئرن ڈوم جیسا دفاعی نظام ہے، جو نہ صرف حملے کی پیشگی اطلاع دیتا ہے بلکہ فضا میں جا کر آنے والے میزائل کو بھی مار گراتا ہے۔ یہ دفاعی نظام اسرائیل کا غرور تھا، لیکن ایران کے حملوں نے اسرائیل کے اس دفاعی نظام کو بھی مفلوج کر دیا ہے۔ بتایا جا رہا ہے کہ 31 مارچ کو وسط تل ابیب اور بنی براک (بنی براک اسرائیل کا ایک نہایت منفرد اور مذہبی اعتبار سے اہم شہر ہے، جس کی زیادہ تر آبادی یہودی ہے۔) جیسے اسرائیلی علاقوں پر ایران نے متعدد کلسٹر میزائل داغے، جس کے بعد یہ علاقے آگ میں جھلس رہے ہیں۔

۲۷ مارچ، جمعہ کے روز ایران کے ایک میزائل نے چار ہزار کروڑ روپے مالیت کے ایک اہم جہاز کو کامیابی کے ساتھ نشانہ بنا کر تباہ کر دیا۔ یہ جہاز جدید جاسوسی ریڈار سے لیس تھا اور فضا میں دشمن کے ممکنہ حملوں کی پیشگی اطلاع دینے کی صلاحیت رکھتا تھا، مگر 29 مارچ کو وہ خود اپنے اوپر ہونے والے حملے کو بھانپنے میں ناکام رہا، اور ایرانی میزائل مختلف دفاعی نظاموں کو چکمہ دیتے ہوئے ٹھیک اپنے ہدف پر آ گرا۔ آج اروزنامہ خبار قومی تنظیم کی پیشانی پر اس سلسلے میں یہ خبر چھپی ہے: "امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ کی تقریب کے دوران ایران نے اسرائیل پر جوابی وار کرتے ہوئے تابڑ توڑ حملے کیے۔ ایرانی میڈیا کے مطابق جس وقت امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ وائٹ ہاؤس میں قوم سے خطاب کرتے ہوئے ایران پر بڑے حملے کرنے اور اس کو پتھر کے دور میں پہنچانے کی دھمکی دے رہے تھے، عین اسی وقت ایران کی اسرائیل کے خلاف بڑی کاروائی جاری تھی۔ رپورٹ کے مطابق اس حملے میں 37 امریکی فوجیوں کے ہلاک ہونے کا دعوی کیا گیا ہے۔"

الغرض اب تک ایرانی کارروائی نے امریکہ اور اسرائیل کو حواس باختہ کر دیا ہے۔ امریکہ اور اسرائیل کی جانب سے ایران پر تھوپی گئی یہ جنگ خود ان کے لیے خطرے کی گھنٹی بن گئی ہے، اور امریکہ اس وقت اس منزل پر کھڑا ہے جہاں یہ مصرع اس کے حسب حال ہے: نہ جائے رفتن، نہ پائے ماندن

اس جنگ سے قبل ایران میں داخلی انتشار کا ماحول تھا اور حکومت کے مخالف گروہ شدید مظاہرے کر رہے تھے۔ امریکہ یہ توقع رکھتا تھا کہ حملے کے وقت ایرانی عوام کے اندر موجود مخالف گروہ شدید احتجاج کریں گے، جس سے وہ فائدہ اٹھا کر ایران کا سیاسی

ڈھانچہ بدل سکے گا، لیکن ایرانی عوام کے داخلی اتحاد نے اس گمان کو یکسر خاک میں ملا دیا۔ دوسری طرف، امریکہ کے اپنے اتحادیوں نے بھی اسے مطلوبہ حمایت فراہم کرنے میں ناکامی ظاہر کی۔ ۳۲ ممالک کی فوجی تنظیم نیٹو سے امریکہ نے آبنائے ہرمز کے کنٹرول کے لیے فوجی مدد کا مطالبہ کیا، لیکن نیٹو نے اپنی فوج نہیں بھیجی۔ اسی طرح، فرانس نے امریکی جہاز کو جو اسرائیل کے لیے ہتھیار لے جارہا تھا، اپنی فضاؤں سے گزرنے کی اجازت دینے سے انکار کر دیا اور اسپین نے بھی گزشتہ روز یہی رویہ اپنایا۔ اپنوں کی طرف سے ملنے والی اس شدید مایوسی نے امریکہ کے صدر ڈونلڈ ٹرمپ اور اسرائیلی وزیر اعظم نیتن یاہو کو فکری اضطراب میں مبتلا کر دیا ہے۔

ایران کے خلاف جاری امریکہ اور اسرائیل کی جنگ کے اثرات اب ملکی نہیں رہے بلکہ عالمی مسئلہ بن چکے ہیں۔ پوری دنیا اس جنگ سے بری طرح متاثر ہو رہی ہے۔ ماہرین کے مطابق خام تیل کا بیس فیصد حصہ آبنائے ہرمز سے ہی گزرتا ہے۔ اسی طرح ایل این جی کا بھی بیس فیصد حصہ اسی راستے سے گزرتا ہے، جبکہ کھادوں کی ترسیل کا بھی ایک بڑا حصہ اسی آبی گزرگاہ سے ہوتا ہے۔ آبنائے ہرمز کے بند ہونے سے عالمی منڈی میں کس قدر معاشی بحران پیدا ہوا ہے، یہ بتانے کی ضرورت نہیں۔ برینٹ کروڈ کی قیمت میں 40 فیصد اضافہ اور ایل این جی کی قیمتوں میں 60 فیصد تک اضافہ عالمی معیشت کے لیے سنگین خطرہ ہے۔ جنگ سے قبل عالمی منڈی میں تیل کی قیمت تقریباً 65 سے 70 ڈالر فی بیرل تھی، تاہم جیسے ہی ایران اور امریکہ کے درمیان کشیدگی میں اضافہ ہوا اور جنگی صورتحال پیدا ہوئی، تیل کی قیمتوں میں تیزی سے اضافہ ہوا۔ تیل کی موجودہ قیمت 120 ڈالر فی بیرل تک پہنچ چکی ہے، جو تقریباً 60 فیصد اضافہ ہے۔ تیل کی قیمتوں میں یہ اضافہ صرف توانائی کے شعبے تک محدود نہیں بلکہ اس کے اثرات پوری معیشت پر مرتب ہو رہے ہیں۔ پیٹرول اور ڈیزل مہنگا ہونے سے ٹرانسپورٹ کے اخراجات بڑھ گئے ہیں، جس کے نتیجے میں اشیائے خورد و نوش اور دیگر ضروریات زندگی کی قیمتوں میں بھی اضافہ ہو گیا ہے۔ اس وقت جنگ ہولناک موڑ پر کھڑی ہے۔

اس وقت ایران اور امریکہ کے درمیان جاری جنگ نہ صرف دو ملکوں کے درمیان تنازع کا معاملہ ہے بلکہ عالمی سیاست، معیشت اور سلامتی کے لیے بھی ایک سنگین آزمائش بن چکی ہے۔ اس تنازع کے اثرات پوری دنیا میں محسوس کیے جارہے ہیں اور آنے والے دنوں میں اس کے نتائج مزید پیچیدہ اور دوررس ہو سکتے ہیں۔ اگرچہ اس وقت یہ کہنا قبل از وقت ہے کہ اس جنگ میں فتح کس کے حصے میں آئے گی، لیکن ایک ننھی مچھلی کا دو بڑے شیر ماہیوں کے پیچھے تیرنا، جاری مزاحمت اور جوابی کارروائیوں کی طاقت کو ظاہر کرتا ہے، جو اپنے آپ میں ان بڑے ماہیوں کے لیے ایک غیر متوقع اور زبردست شکست کا منظر پیش کر رہا ہے۔



درس قرآن

اپنی ہدایت کی قدر پہچانیں

سورۂ مائدہ آیت ۱۰۵ کی روشنی میں ایک ناصحانہ پیغام

از: مولانا پٹیل عبد الرحمٰن مصباحی، گجرات

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۔ (مائدہ، 105)

ترجمہ: اے ایمان والو تم اپنی فکر رکھو تمہارا کچھ نہ بگاڑے گا جو گمراہ ہوا (اس کا گمراہ ہونا) جب کہ تم راہ پر ہو، تم سب کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے پھر وہ تمہیں بتادے گا جو تم کرتے تھے۔

اس آیت کے نزول کے دو اسباب بیان ہوئے ہیں۔

ایک یہ کہ مسلمان کافروں کے ایمان نہ لانے پر حسرت کیا کرتے تھے کہ یہ کیسے لوگ ہیں جو حق کے واضح ہو جانے کے باوجود ایمان نہیں لاتے اور آخرت کا خسارہ اٹھانے پر تلے ہوئے ہیں۔ لہٰذا مومنوں کی تسلی کے لیے فرمایا گیا کہ بے جا دلسوزی میں نہ پڑو، جب تم حق پر ہو تو ان کا باطل پر اڑے رہنا تمہیں کچھ نقصان نہ پہنچائے گا۔

دوسرا اسبب نزول یہ ہے کہ کافروں میں سے جب کوئی شخص ایمان لاتا تو کافر اس سے کہتے کہ تم نے اپنے باپ دادا کو بے وقوف گردانا اور ان کی بت پرستی کو احمقانہ عمل سمجھا، یوں تم نے اپنے آبائی مذہب سے منہ موڑ کر اپنا نقصان کیا۔ گویا ایمان لا کر تم قومی مفادات سے محروم ہو گئے اور اب کمیونٹی سے جدا ہو کر ایمان والوں کے ساتھ محتاجی کی زندگی گزاروگے۔ اس کے جواب میں مومنین سے کہا گیا کہ جب تم ایمان لے آئے تو اب ان کافروں کے قومی مفادات چھوٹ جانے میں تمہارا کوئی خسارہ نہیں ہے۔ اے اہل ایمان! ایسا نہ ہو کہ کفر پر ان کی ہٹ دھرمی اور ان کی دنیوی کشادگی دیکھ کر ایمان سے تمہارے قدم متزلزل ہو جائیں، ایک مرتبہ جب تم ہدایت کی طرف آگئے تو اب پیچھے مڑ کر گمراہی کی ظاہری چکا چوندھ نہ دیکھو، تم نے آبائی غلط روی کو

چھوڑ کر کوئی نقصان نہیں مول لیا ہے بلکہ دنیا میں مخلوق کی پرستش اور آخرت میں دردناک عذاب کے کھلے خسارے سے نجات پائی ہے۔

دونوں شان نزول سے دو اہم نکات حاصل ہوئے:

ایک یہ کہ اہل ایمان کو کافروں کے ایمان نہ لانے پر حسرت ہونی چاہیے اگر چہ بظاہر وہ کتنے ہی ترقی یافتہ ہوں، اصل دولت ایمان ہے، وہ نہیں تو کیسا ہی ترقی یافتہ شخص ہو بہر حال مفلس ہے۔

دوسرے یہ کہ ایمان لانے کے سبب اگر ترقی یا تعیش کے چند غیر شرعی راستے بظاہر بند ہو جائیں تو یہ کوئی ہچکچاہٹ کی بات نہیں۔ اہل ایمان کو چاہیے اپنے ایمان کی بیش بہا نعمت کو پیش نظر رکھیں، فانی دنیا کے چند خسارے کوئی خسارہ نہیں۔

آیت کے آخری جزء میں انجام کار کی طرف اشارہ ہے کہ ہر شخص آخرت کے اعتبار سے اولاً اپنے اپنے نفع و نقصان کی فکر کرے. کفر چھوڑ کر عذابِ آخرت کے نقصان سے بچے اور ایمان والوں میں سے ہو کر آخرت کی نعمتوں کا نفع حاصل کرے۔ اب جس نے جو راہ اختیار کی کی، بہر حال سب کو اللہ کی بارگاہ میں پلٹ کر آنا ہے اور تب اللہ ہر ایک کے عمل کے مطابق؛ انہیں ان کا نفع نقصان بتادے گا۔ یہ گویا مومنین کے لیے تسلی کے الفاظ کی تکرار ہے کہ سب کو ہمارے ہی پاس لوٹ کر آنا ہے مگر خسارے سے محفوظ اہل ایمان ہیں، لہٰذا چاہیے کہ وہ اپنی پائی ہوئی ہدایت پر جمے رہیں۔

آیت مبارکہ میں ایمان والوں کو ان کی ایک بنیادی ذمہ داری کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔ وہ یہ کہ تمام تر ظاہری پسماندگی کے باوجود؛ ہر لمحہ اپنی موصولہ ہدایت یعنی حسنِ عقیدہ و حسنِ عمل کی اہمیت و افادیت کو مد نظر رکھنا؛ یعنی یہ سمجھنا کہ ہمارے پاس ایمان ہے اور حیاتِ انسانی کی بساط پر ایمان سے قیمتی کوئی شے نہیں. یوں ہی تمام تر مادی عیش و آرام کے باوجود؛ ہر لمحہ حسنِ عقیدہ و حسنِ عمل سے محروم لوگوں کی حاصل کردہ گمراہی کی شناعت و قباحت سے آگاہ رہنا؛ یعنی یہ سمجھنا کہ بظاہر ہر لحاظ سے کامیاب نظر آنے والا شخص اگر ایمان سے محروم ہے تو سب کچھ ہوتے ہوئے سب سے زیادہ خسارہ اٹھانے والا وہی ہے۔ بالفاظ دیگر اپنے ایمان کی عظمت جاننا اور کافر کے کفر کی قباحت کو مد نظر رکھنا یہ ایمان والوں کی اولین ذمہ داری ہے۔

یہ آیت موجودہ دورِ فتن میں اصل الاصول کا درجہ رکھتی ہے اس لیے کہ آج ہر دوسرا شخص اپنی فکری و عملی ہدایت سے بے خبر محض دوسرے افراد یا دوسری اقوام سے متاثر ہوتا پھر رہا ہے۔ یہ آیت بنیادی طور پر تجدّد کی اساس کو رد کرتی ہے۔ آج کی دنیا میں مذہبی متجددین کا سارا زور اس بات پر ہے کہ اہل اسلام کو کفار کی سی دنیاوی کشادگی مل جائے، اگر چہ اس کے لیے روایتی اسلام کے سارے تانے بانے ادھیڑنے پڑ جائیں۔ وہ ایک مسلمان کے صاحب ایمان ہونے اور باشرع زندگی گزارنے پر خوش نہیں ہیں، ہاں! وہ اگر چہ باشرع نہ ہوتا مگر بااثر اور باثروت و باشُہرت ہوتا تو ان متجددین کے نزدیک بڑا قابل قدر ہوتا۔ اس لحاظ سے دیکھیں تو شہرت کا متلاشی متجدد جسے عوامی زبان میں اسلامی اسکالر کہتے ہیں وہ سببِ نزول میں بیان شدہ دونوں اوصاف سے

محروم ہوتا ہے اور اس کے برخلاف دو عیوب سے متصف ہوتا ہے۔ وہ کافروں کے ایمان نہ لانے پر حسرت نہیں کرتا اور نہ ہی اُن مزعومہ فوائد کا انکار کرنے کی سکت رکھتا ہے جو کفر کے سبب ظاہراً حاصل ہوتے ہیں اور وقتی طور پر بھلے معلوم ہوتے ہیں۔ یوں وہ اپنی ہدایت نظر انداز کرنے اور غیروں کی ظاہری عیش و عشرت کو عظیم سمجھنے کے دہرے مرض میں مبتلا رہتا ہے۔

اسی فکرِ تجدُّد کا اچھا خاصا اثر آج کے ایک عام مسلم ذہن پر بھی دیکھا جا سکتا ہے. آج کی ہماری دنیا میں مادی و معاشی ترقی کے خواب نے دیگر اقوام کے ساتھ ساتھ اہل اسلام کو بھی بہت سارے حیلوں بہانوں اور طرح طرح کے معذرت خواہانہ رویوں کی راہ پر ڈال دیا ہے۔ ہمارے درمیان بہت سارے ایسے مسلمان کہلانے والے لوگ مل جائیں گے جو بات بات پر اسلامی اصولوں پر چلنے کے سبب اپنے مادی و معاشی نقصان کی شکایت کرنے کے عادی ہیں۔

ان کی گفتگو کے کلمات یا تحریر کے الفاظ کچھ اس طرح کے ہوتے ہیں کہ نظامِ کفر کے فلاں اصول کے مطابق چلتے تو ہمیں بڑا نفع ملتا یا فلاں چیز سے ہمیں روکا نہ گیا ہوتا تو ہم بھی کافروں کی طرح بڑا فائدہ اٹھاتے یا ہم پر فلاں فلاں حکم لازم نہ ہوتا تو ہم خسارے سے بچ جاتے۔ مثلاً اگر ہمیں دین نے دیانتداری و خیر خواہی کا پابند نہ کیا ہوتا اور ہر طرح کی تخریبی حرکتوں کی چھوٹ دی ہوتی تو ہم بھی دوسروں کی طرح جمہوری سیاست میں دھوکہ دہی اور خود غرضی کے سہارے بہت آگے نکل جاتے.... یا.... سرمایہ دارانہ سود پرستی پر مبنی جدید معیشت میں ہم حصہ لیتے تو ہم بھی بڑا نفع پانے والوں میں سے ہوتے۔ دوسری قومیں سود لے کر اور کھا کھا کر ترقی کی راہ پر سرپٹ دوڑ رہی ہیں اور ہم اب بھی اس سے کنارہ کشی کر کے اپنا معاشی نقصان کر رہے ہیں، وغیرہ وغیرہ. ایسے لوگ غیروں کی گمراہی اور اس گمراہی کے اخروی نقصان سے زیادہ ان کی دنیاوی عشرت کی طرف متوجہ ہیں. اپنی ہدایت پر اکتفا کرتے ہوئے آخرت کے بھرپور نفع کا خیال گویا ان کے دل و دماغ سے غائب ہو چکا ہے۔

حاصل یہ کہ آیت کریمہ میں متجددین کے لیے خصوصی اور عام مسلمانوں کے لیے عمومی پیغام یہ ہے کہ جب "تم" ہدایت پر ہو تو "ان" کی تمام تر جاہ و جلالی سے "تمہاری" آخرت کا کوئی نقصان نہ ہوگا اور جب "وہ" ایمان تک نہ پہنچے تو دنیا کی چند روزہ اونچائی "انہیں" ہمیشہ کی پستی سے نہ بچا سکے گی۔ یہی حق و باطل کی کشمکش دنیا کی چند روزہ زندگی کا حاصل ہے اور اس میں حق کے پیچھے لگ کر استقامت برتنا اُس وقت تک لازم ہے جب کہ موت زندگی کے چراغ کو بجھا دے اور قبر ایمان کے نور سے جگمگا اٹھے۔ بندہ ایمان کی دولت لے کر رب کے حضور حاضر ہو جائے اور دنیا سے واپسی کا یہ سفر اس لیے مسرور کن ٹھہرے کہ واقعی بندے نے بے وقعت دنیا سے آخرت کمالی ہے۔ یہ پیغام قرآن میں اور بھی بہت سے مقامات پر ہے، ہم نے صرف ایک واضح مقام کا انتخاب کر کے فکر کا قبلہ درست کرنے کی کوشش کی ہے۔

انوار حدیث

غم نہ کر! ہر پریشانی کے بعد آسانی ہے

از: مولانا انصار احمد مصباحی

"عَن أنس بن مَالك قَالَ: كَانَ رَسُول الله صلى الله عَلَيْهِ وَسلم جَالِسا وحياله حجر فَقَالَ: لَو جَاءَ الْعسر فَدخل هَذَا الْحجر لجاء الْيُسْر حَتَّى يدْخل عَلَيْهِ فيخرجه"(الدر المنثور، ج٦، ٣٢٤)

ترجمہ: حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے ایک بڑا سا پتھر پڑا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، "اگر مشکل اور تنگی آکر اس پتھر میں گھس جائے، پھر بھی آسانی آئے گی اور اسے اس پتھر سے گھسیٹ کر باہر نکال پھینکے گی"۔

تاتاری حملوں نے شہر بغداد کی اینٹ سے اینٹ بجادی، کوئی نہیں کہتا تھا کہ یہ شہر دوبارہ آباد ہو سکے گا، لیکن چند ہی برسوں میں یہ شہر نہ صرف آباد ہو گیا بلکہ پہلے سے زیادہ بارونق ہو گیا۔ حضرت عزیر علیہ السلام نے شہر القدس (یروشلم) کی ویرانی کو دیکھ کر تعجب سے کہا تھا: انّٰی یُحیِي هٰذه اللهُ بعد موتها (اللہ اس شہر کی تاراجی کے بعد اسے کیسے آباد فرمائے گا)۔ سو سال تک سو کر جاگنے کے بعد جب شہر کی باز آبادکاری دیکھی تو حیران رہ گئے۔

احادیث میں اس کی بکثرت مثالیں ملتی ہیں، جو ہمیں عبرت بھی دیتی ہیں اور حوصلہ بھی۔

(۱) صحابی رسول حضرت ابو سلمہ رضی اللہ عنہ کا انتقال ہوا تو حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کو اس کا بڑا صدمہ پہنچا۔ تسلی کے لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور ام سلمہ سے فرمایا: جس مسلمان کو کوئی مصیبت آئے وہ انا للہ وانا الیہ رجعون پڑھے اور دعا کرے کہ اے اللہ، اس مصیبت میں مجھے اجر عطا فرما اور تو مجھے اس کا بدل عطا فرما! حضرت ام سلمہ دل میں سوچنے لگی کہ میرے لیے ابو سلمہ سے بہتر کون ہو سکتا ہے؟ مختصر عرصے کے بعد جب ان کے لیے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام نکاح آیا اور وہ حضور کی حبالہ عقد میں آئیں، تب انہیں اندازہ ہوا کہ بظاہر اس پریشان کن حادثہ میں کتنی بڑی نعمت چھپی تھی۔

(۲) غزوہ سیف البحر کا دلچسپ واقعہ آپ نے ایک بار ضرور پڑھا یا سنا ہو گا۔ رجب، 6 ہجری میں حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے امین الامۃ حضرت ابو عبیدۃ ابن الجراح رضی اللہ عنہ کی قیادت میں تین سو مجاہدین اسلام پر مشتمل ایک لشکر بھیجا۔ سخت تنگی کا زمانہ

تھا، زادِ راہ کی شکل میں کھجور کی ایک تھیلی تھی، حضرت ابو عبیدہ پورے لشکر کو اپنے ہاتھ سے ایک ایک کھجور دیتے، لوگ انہیں چوس چوس کر پانی پی لیتے تھے۔ ایک وقت ایسا بھی آیا کہ وہ کھجور بھی ختم ہو گئے؛ لیکن صبر، توکل علی اللہ اور خدا کی راہ میں دقتیں برداشت کرنے کا یہ پھل ملا کہ مجاہدین اسلام کو سمندر کے کنارے ایک عظیم مچھلی مل گئی، سارے صحابہ کرام نے لگاتار اٹھارہ دنوں تک شکم سیر ہو کر کھایا۔ حضرت ابو عبیدہ ابن الجراح کا بیان ہے کہ ہم اتنا کھائے کہ ''حتي سمنا'' کہ ہم موٹے ہو گئے۔ اتنا ہی نہیں بلکہ اسی موقع پر حضرت ابو عبیدہ، بارگاہ رسالت مآب ﷺ سے ''امین الامة'' کے شاندار خطاب سے بھی نوازے گئے۔ (بخاری و تاریخ طبری)

(۳) مکہ سے مدینہ ہجرت کا واقعہ بظاہر بڑا جانکاہ تھا، لیکن مدینہ پہنچ کر حضور رحمت عالم ﷺ نے ایسی ریاست قائم فرما دی کہ تاریخ میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ ظلم و ستم کے شکار ہوئے۔ یہاں تک کے آپ کی وفات بھی قید خانے ہی میں ہوئی، لیکن دنیا آج تک انہیں علم فقہ کے بانی کے طور پر یاد کرتی ہے۔
حضرت امام احمد ابن حنبل رضی اللہ عنہ کو اسیر زنداں کیا گیا، پیٹھ پر کوئی ایسی جگہ نہ بچی تھی جہاں کوڑوں کے نشان نہ ہوں، لیکن دنیا نے انہیں اپنا امام تسلیم کیا۔
شمس الائمہ حضرت امام سرخسی علیہ الرحمہ کو اوزجند کے ایک کنواں نما گڈھے میں قید کر دیا گیا، تو آپ کے قلم جوالہ سے تیس جلدوں پر مشتمل ''المبسوط'' جیسی فقہ حنفی کی شاہکار کتاب وجود میں آگئی۔ آپ نے اصول السرخسی اور شرح السیر الکبیر کا اکثر حصہ بھی حالت قید ہی میں تصنیف فرمائی۔
عاشق رسول ﷺ امام بوصیری علیہ الرحمہ فالج میں مبتلا ہوئے تو اسی فالج کی حالت میں شان رسول اعظم ﷺ میں ایسا شاہکار قصیدہ رقم فرمایا کہ وہ کروروں عشاق رسول ﷺ کا وظیفہ بن گیا۔
عظیم مورخ علامہ ابن الاثیر الجزری کو نظر بند کیا گیا تو ''جامع الاصول فی احادیث الرسول'' (12 جلدیں) اور ''النہایۃ فی غریب الحدیث'' (4 جلدیں) مرتب کر دیں۔
علامہ عبد الرحمان ابن الجوزی کو بغداد سے جلا وطن کیا گیا تو قرأت سبعہ کی تجوید تیار کر ڈالی۔
شیخ شرف الدین سعدی شیرازی کو سفر کی کلفتیں برداشت کرنی پڑی، قید ہوئے، نوکر بنائے گئے؛ نتیجے میں علم و معرفت، ادب و حکمت کے ''گلستاں'' اور ''بوستاں'' تیار ہو گئے۔

جزیرہ انڈمان میں کالا پانی کی سزا ہوئی تو حضرت مفتی عنایت احمد کاکوروی نے علم الصیغہ اور تواریخ حبیب اللہ نامی کتابیں تصنیف فرمادیں جو آج تک برصغیر کے درس نظامی میں داخل نصاب چلی آرہی ہیں۔

مشہور شاعر فضل الحسن حسرت موہانی کی "مشاہدات زنداں" اور منقبت غوثیہ سمیت اشعار کا معتدبہ حصہ جیل خانے کی یادگار ہیں، انہوں نے اپنا مشہور شعر،

ہے مشق سخن جاری چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشہ ہے حسرت کی طبیعت بھی

مدت اسیری ہی میں کہی تھی۔

انیسویں صدی کے آخری دور میں مصطفیٰ کمال پاشا نے جدید ترکی کی عمارت کھڑی کی اور اپنی حدود سلطنت سے اسلام کو نکال باہر کیا، آذان پر پابندی عائد کردی، مساجد کو میوزیم اور گوداموں میں تبدیل کردیا، دینی مدارس پر تالے ڈال دیے، ترکی زبان کی رسم الخط عربی سے بدل کر لاطینی کردیا، حجاب پر پابندی عائد کردی، شرعی عدالتیں بند کروادی۔ ایسی تاریکی میں تحریک نورسی کے بانی اور رسائل نور کے مصنف شیخ بدیع الزماں سعید نورسی، روشن سورج بن کر طلوع ہوئے اور پورے ترکی میں احیائے اسلام کی روح پھونک دی، لیکن ان کی زندگی کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ انہیں ساری زندگی جلاوطنی اور گرفتاری میں بتانی پڑی۔

ترکی کے ہی ڈاکٹر فواد سیزگین (ف اگست ۲۰۱۸) کو استنبول شہر سے جلاوطن کردیا گیا تو "تاریخ التراث العربي" کی ۱۲ جلدیں لکھ ڈالی; آج وہ عربی لائبریری ناقص تصور کیا جاتا ہے جہاں یہ اہم کتاب موجود نہ ہو۔

عقلمند آدمی نقصان کو نفع میں تبدیل کردیتا ہے جبکہ احمق اور بے شعور انسان ایک مصیبت کو دو آفتوں میں بدل دیتا ہے۔ نشیب و فراز کاروان حیات کے دو کنارے ہیں۔ شفق بجھتی ہے تو ستارے جھلملا اٹھتے ہیں، بچے کی ولادت میں ماں کو کتنی شدید تکلیف ہوتی ہے ایک ماں ہی بتا سکتی ہے، لیکن یہی بچہ / بچی اس کے لیے دنیا کی محبوب ترین شی بن جاتا ہے۔

حسین تر ہیں شکستیں کہ ہر شکست کے بعد
ہم اپنے آپ میں کیا کیا سنورتے رہتے ہیں

مشہور عرب ادیب ڈاکٹر عائض القرنی اپنی کتاب لاتحزن میں لکھتے ہیں: "کوئی آفت آئے تو اس کے روشن پہلو پہ نگاہ رکھا کیجیے! کوئی آپ کو لیموں کا پیالہ دے تو اس کی کڑواہٹ پر نظر ڈالنے کے بجائے تھوڑی سی شکر ملا کر اسے لذیذ مشروب بنالیجیے۔ کوئی

آپ کو مردہ سانپ دے تو اس کی قیمتی کھال لے کر اسے پھینک دیجیے۔ کیسے ہی سخت حالات ہوں، ان کا مقابلہ اس طرح سے کیجیے کہ آپ کے دامن رنگ رنگ کے پھولوں سے بھر جائیں۔ قرآن کہتا ہے "بہت ممکن ہے کہ کوئی چیز تمہیں ناپسند ہو مگر وہ تمہارے لئے خیر ہو" (لا تحزن، ۳۲-۳۱)

اصغر گونڈوی نے خوب کہا ہے؎

چلا جاتا ہوں ہنستے کھیلتے موج حوادث سے
اگر آسانیاں ہوں، زندگی دشوار ہو جائے

ایک انگریز مفکر نے بڑا معنی خیز جملہ کہا ہے:

"A pessimist sees the difficulty in ever opportunity; an optimist sees the difficulty in every opportunity"

یعنی ایک قنوطی شخص کو ہر موقع پر پریشانی نظر آتی ہے؛ جب کہ ایک خوش امید شخص کسی بھی پریشانی میں راستہ نکال لیتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سوتے وقت تین مرتبہ یہ دعا پڑھیں

سنن ترمذی کی حدیث میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"من قال حين يأوي إلى فراشه: اَسْتَغْفِرُ اللهَ الَّذِيْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَيْهِ، ثلاث مرات، غفر الله ذنوبه، وإن كانت مثل زبد البحر، وإن كانت عدد ورق الشجر، وإن كانت عدد رمل عالج وإن كانت عدد أيام الدنيا"

ترجمہ: جس شخص نے اپنے بستر پر لیٹتے وقت تین مرتبہ یہ (اوپر ذکر کردہ دعا) پڑھا، تو اللہ تعالیٰ اس کے گناہ معاف فرما دے گا، خواہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہی کیوں نہ ہوں، خواہ وہ درختوں کے پتوں کی تعداد میں ہوں، خواہ وہ جمے ہوئے ریت کے ذروں کی تعداد میں ہوں، خواہ وہ دنیا کے دنوں کی تعداد کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔

(سنن ترمذی، جلد 5، صفحہ 403، رقم الحدیث: 3397، مطبوعہ دار الغرب الاسلامی، بیروت)



مکاشفۃ القلوب: سیدنا امام غزالی رضی اللہ عنہ

درس تصوف

غفلت: سب سے بڑی حسرت

غفلت سے شرمندگی بڑھتی ہے اور نعمت زائل ہوتی ہے، خدمت کا جذبہ ماند پڑ جاتا ہے، حسد زیادہ ہوتا ہے اور ملامت و پشیمانی کی فراوانی ہوتی ہے۔

سب سے بڑی حسرت:

ایک نیک آدمی نے اپنے اُستاد کو خواب میں دیکھا اور پوچھا: آپ کے نزدیک سب سے بڑی حسرت کونسی ہے؟ اُستاد نے جواب دیا غفلت کی حسرت سب سے بڑی ہے۔

روایت ہے کہ کسی شخص نے حضرتِ ذوالنون مصری کو خواب میں دیکھا اور سوال کیا کہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ اللہ نے مجھے اپنی بارگاہ میں کھڑا کیا اور فرمایا: اے جھوٹے دعویدار! تو نے میری محبت کا دعویٰ کیا اور پھر مجھ سے غافل رہا۔ (شعر)

انت فی غفلۃ وقلبک ساھی　　　　ذھب العمر والذنوب کماھی

☆... تو غفلت میں مبتلا ہے اور تیرا دل بھولنے والا ہے، عمر ختم ہوگئی اور گناہ ویسے کے ویسے ہی موجود ہیں۔

حکایت:

ایک صالح آدمی نے اپنے باپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا: اے ابا جان! آپ کیسے ہیں اور کیا حال ہے؟ باپ نے جواب دیا: ہم نے زندگی غفلت میں گزاری اور غفلت ہی میں مر گئے۔

موت کے پیامبر:

"زَہرُ الرِّیَاض" میں ہے کہ حضرت یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام کا مَلک الموت سے بھائی چارہ تھا، ایک دن مَلک الموت حاضر ہوئے تو حضرتِ یعقوب عَلَیْہِ السَّلَام نے پوچھا: تم ملاقات کے لئے آئے ہو یا رُوح قبض کرنے کو؟ عزرائیل نے کہا صرف ملاقات کے لئے آیا ہوں۔ آپ نے فرمایا: مجھے ایک بات کہنی ہے۔ مَلک الموت بولے: کہئے کونسی بات ہے؟

حضرتِ یعقوب عَلَیۡہِ السَّلَام نے فرمایا: جب میری موت قریب آجائے اور تم رُوح قبض کرنے کو آنے والے ہو تو مجھے پہلے سے آگاہ کر دینا۔ مَلک الموت نے کہا: بہتر! میں اپنی آمد سے پہلے آپ کے پاس دو تین قاصد بھیجوں گا۔ جب حضرتِ یعقوب عَلَیۡہِ السَّلَام کا آخری وقت آیا اور مَلک الموت روح قبض کرنے کو پہنچے تو آپ نے کہا: تم نے تو وعدہ کیا تھا کہ اپنی آمد سے پہلے میری طرف قاصد بھیجو گے۔ عزرائیل نے کہا: میں نے ایسا ہی کیا تھا، پہلے تو آپ کے سیاہ بال سفید ہوئے، یہ پہلا قاصد تھا، پھر بدن کی چستی و توانائی ختم ہوئی، یہ دوسرا قاصد تھا اور بعد میں آپ کا بدن جھک گیا، یہ تیسرا قاصد تھا۔ اے یعقوب! (عَلَیۡہِ السَّلَام) ہر انسان کے پاس میرے یہی تین قاصد آتے ہیں۔ (شعر)

مضی الدھر والایام والذنب حاصل　　　وجاء رسول الموت والقلب غافل

نعیمک فی الدنیا غرور وحسرۃ　　　و عیشک فی الدنیا محال وباطل

{1} ...زمانہ گزر گیا اور گناہوں کو چھوڑ گیا، موت کا قاصد آپہنچا اور دل (خدا سے) غافل ہی رہا۔

{2} ... تیری دنیاوی نعمتیں دھوکہ اور فریب ہیں اور دنیا میں تیرا ہمیشہ رہنا محال اور کذب محض ہے۔

شیخ ابو علی دَقاق کہتے ہیں کہ میں ایک ایسے بیمار مردِ صالح کی عیادت کو گیا جن کا شمار مشائخِ کبار میں ہوتا تھا، میں نے اُن کے گرد اُن کے شاگردوں کو بیٹھے ہوئے دیکھا، شیخ ابو علی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: وہ بزرگ رو رہے تھے، میں نے کہا: اے شیخ! کیا آپ دنیا پر رو رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا: نہیں، میں اپنی نمازوں کے قضا ہونے پر رو رہا ہوں، میں نے کہا: آپ تو عبادت گزار شخص تھے پھر نمازیں کس طرح قضا ہوئیں؟ انہوں نے فرمایا: میں نے ہر سجدہ غفلت میں کیا اور ہر سجدہ سے غفلت میں سر اٹھایا اور اب غفلت کی حالت میں مر رہا ہوں پھر ایک آہ بھری اور یہ اشعار پڑھے:

تفکرت فی حشری ویوم قیامتی　　　واصباح خدی فی المقابر ثاویا

فریدا وحیدا بعد عز ورفعۃ　　　رھینا بمجرمی والتراب وسادیا

تفکرت فی طول الحساب وعرضہ　　　وذل مقامی حین اعطی کتابیا

لکن رجائی فیک ربی وخالقی　　　بانک تغفر یاالھی خطائیا

{1} ...میں نے اپنے حشر، قیامت کے دن اور قبر میں رہنے کے بارے میں سوچا۔

{2}...جو عزت و وقار والے وجود کے ساتھ مٹی کا رہین ہو گا اور مٹی ہی اس کا تکیہ ہو گا۔

{3}...میں نے یومِ حساب کی طوالت کے بارے میں سوچا اور اس وقت کی رسوائی کا خیال کیا جب نامۂ اعمال مجھے دیا جائے گا۔

{4}... مگر اے ربِ ذوالجلال! میری امیدیں تیری رحمت کے ساتھ ہیں، تو ہی میرا خالق اور میرے گناہوں کو بخشنے والا ہے



چوری کا سامان خریدنا کیسا ہے؟

مفتی سید شہباز اصدق غوثی

سوال: ہمارے گھر سے قریب ایک شخص نشئی ہے، چوری کرنے کا بھی عادی ہے، اس جرم میں وہ جیل بھی جا چکا ہے، غریب بھی ہے لیکن آج وہ ایک قیمتی آئی فون لے کر آیا، اس کو اس موبائیل کی صحیح قیمت بھی نہیں معلوم، اب وہ اس کو بہت کم قیمت میں بیچ رہا ہے۔ زبان سے کہتا ہے کہ وہ اس کا ہے۔ کیا اس سے وہ موبائیل خریدنا جائز ہوگا؟۔ برائے مہربانی مجھے جلدی سے جواب دیجیے۔ محمد شوکت۔ گریڈیہ۔

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَهَّابِ

اگر چوری کا مال ہونا یقین سے معلوم ہو تو ظاہر ہے کہ اس کا خریدنا حرام ہے اور اگر یقین سے معلوم تو نہیں لیکن کوئی واضح قرینہ موجود ہو جس سے مظنون ہو کہ یہ مال چوری کا ہے جب بھی اس کا خریدنا حرام ہی ہے۔ فتاویٰ رضویہ جلد ۱۷ صفحہ ۱۶۵ میں ہے: "چوری کا مال دانستہ خریدنا حرام ہے بلکہ اگر معلوم نہ ہو مظنون ہو جب بھی حرام ہے مثلاً کوئی جاہل شخص کہ اس کے مورثین بھی جاہل تھے کوئی علمی کتاب بیچنے کو لائے اور اپنی ملک بتائے اس کے خریدنے کی اجازت نہیں اور اگر نہ معلوم ہے، نہ کوئی واضح قرینہ تو خریداری جائز ہے۔ پھر اگر ثابت ہو جائے کہ یہ چوری کا مال ہے تو اس کا استعمال حرام ہے بلکہ مالک کو دیا جائے اور وہ نہ ہو تو اس کے وارثوں کو، اور ان کا بھی پتہ نہ چل سکے تو فقراء کو۔"

لہٰذا سوال میں مذکور شخص جب چوری کے جرم میں جیل بھی جا چکا ہے، نشئی بھی ہے، اس کو اس قیمتی موبائیل کی قیمت بھی نہیں معلوم اور کم قیمت میں بیچ بھی رہا ہے، جس کی وجہ سے آپ کو وہ چوری کا ہونا مظنون ہو رہا ہے تو اس کے خریدنے کی اجازت نہیں

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ

وَرَسُوْلُه اَعْلَم صَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّم

رسول خدا ﷺ بحیثیت محبوب خدا

سیرت

از: مفتی نازش مدنی مجددی، مرادآباد

محبت وہ لطیف احساس ہے جو دل کی گہرائیوں سے پھوٹتا ہے، جو روح کے نہاں خانوں میں چراغ کی مانند جلتا ہے، جو جذبات و اعمال کو اک سمت عطا کرتا ہے۔ لیکن جب محبت کی نسبت خالقِ کائنات کی طرف ہو، تو اس کی رفعت، وسعت اور تقدیس کا عالم ہی کچھ اور ہوتا ہے۔ اور جب ربِّ ذوالجلال کسی کو اپنا محبوب قرار دے، تو وہ محبوب زمان و مکان کی قیود سے بلند ہو جاتا ہے، وہ ہر شرف و اعزاز کا محور، ہر عظمت و رفعت کا مرکز، اور ہر خیر و سعادت کا وسیلہ بن جاتا ہے۔ یہی وہ مقام ہے جو سید الکونین، رحمۃ للعالمین، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو عطا ہوا — آپ ﷺ محبوبِ خدا ہیں۔ محبوبِ کائنات ہیں۔ محبوبِ مطلق ہیں! قرآن و حدیث نبی اکرم ﷺ علیہ وسلم کی محبوبیت کبریٰ پر شاہد و ناطق ہیں اور اس پر بے شمار دلائل و براہین موجود ہیں۔

محبوبیتِ محمدی ﷺ: قرآن کی روشنی میں!

قرآنِ حکیم کے نورانی صفحات پر ایسی کئی مقدس آیات بینات موجود ہیں جو نور ہی نور ہیں، اور جو سراپا نورِ محمدی ﷺ پر اللہ رب العزت کی بے پایاں محبت کی گواہ ہیں۔ اگرچہ ان میں براہِ راست "محبوب" کا لفظ مذکور نہیں، مگر ہر آیت کا لہجہ، ہر لفظ کا بانکپن، اور ہر فقرے کی لَے ہمیں محبتِ ربانی کی لطافت سے ہمکنار کرتی ہے۔

ایک مقام پر ارشاد ہوتا ہے: وَرَفَعۡنَا لَكَ ذِكۡرَكَ ۔(سورۃ الشرح:4)

ترجمہ: اور ہم نے آپ کے لیے آپ کا ذکر بلند کر دیا۔

یہ آیت واضح طور پر بتا رہی ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے آپ ﷺ کا ذکر انتہائی بلند کر دیا ہے، اور ربِ کائنات کا کسی کے ذکر کو بلند کر دینا محبت اور مقامِ قرب کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

دوسرے مقام پر ارشاد ربانی ہے: إِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا۔ (الاحزاب:56)

ترجمہ: بے شک اللہ اور اُس کے فرشتے نبی (ﷺ) پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو! تم بھی اُن پر درود و سلام بھیجا کرو، خوب خوب سلام بھیجا کرو۔

اللہ اور تمام فرشتے حضور ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ ایسا شرف نہ کسی نبی کو ملا، نہ کسی فرشتے کو۔ یہ اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ ترین محبت کا اظہار اور قربت کی علامت ہے۔

تیسری جگہ ارشاد فرماتا ہے: قُلْ إِن كُنتُمْ تُحِبُّونَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ۔ (آل عمران:31)

ترجمہ: اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو، تو میری پیروی کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا۔

آیت مذکورہ میں اللہ تبارک و تعالیٰ نے محبتِ خدا کی علامت و نشانی کو اتباع رسول ﷺ میں پنہاں رکھا ہے کہ بندہ رسول ﷺ کی اتباع کرے اور محبتِ خدا کے جلوؤں سے سرشار ہو جائے، گویا آپ ﷺ کی پیروی اللہ کی محبت تک پہنچنے کا ذریعہ ہے۔

چوتھی جگہ اپنے محبوب سے محبت کا اظہار اس شفقت آمیز لہجے میں فرماتا ہے:

سُبْحَانَ الَّذِي أَسْرَىٰ بِعَبْدِهِ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ إِلَى الْمَسْجِدِ الْأَقْصَى الَّذِي بَارَكْنَا حَوْلَهُ لِنُرِيَهُ مِنْ آيَاتِنَا إِنَّهُ هُوَ السَّمِيعُ الْبَصِيرُ۔ (سورۃ الاسراء آیت:1)

ترجمہ: پاک ہے وہ (ذات) جو اپنے بندے (محمد ﷺ) کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک لے گئی، جس کے ارد گرد ہم نے برکتیں رکھی ہیں، تاکہ ہم اسے اپنی نشانیاں دکھائیں۔ بے شک وہی سننے والا، دیکھنے والا ہے۔

اس آیت مبارکہ میں محبوبیتِ رسول ﷺ کے متعدد پہلو موجود ہیں، جو ترتیب وار ذکر کیے جاتے ہیں۔

اول یہ کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے محبوب ﷺ کو "بِعَبْدِهِ" (اپنے بندے کو) کہہ کر بندگی کے اعلیٰ مقام پر فائز کر کے محبوبیت ظاہر کی۔

اور دوسری بات یہ کہ صرف "عبد" نہیں کہا بلکہ "عبد" کی اضافت اپنی ذات کی طرف فرمائی جو قرب و محبت کی سب سے بڑی دلیل ہے۔

اور تیسری چیز یہ کہ سفر معراج بذاتِ خود محبوبیت کی دلیل ہے کہ یہ ایسا واقعہ ہے جو کسی اور نبی کو نصیب نہ ہوا۔ اور نہ صرف زمین سے آسمان تک، بلکہ سدرۃ المنتہیٰ سے آگے تک رسائی۔

اور چوتھی بات یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے براہِ راست نبی اکرم ﷺ سے کلام فرمایا، جو قربِ خاص اور محبوبیتِ مطلقہ کی بیّن دلیل ہے۔

احادیثِ نبویہ میں محبتِ محمدی ﷺ کے جلوے!

1: ایک حدیثِ قُدسی میں فرمایا گیا: لَوْلَاکَ مَا خَلَقْتُ سَمَاءً وَلَا اَرْضًا وَلَا جِنًّا وَّلَا مَلَكًا۔ (جواہر البحار، 3/42)

یعنی اے محبوب! اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمان و زمین اور جِنّات و فرِشتوں کو پیدا نہ فرماتا۔

یہ حدیثِ قدسی اس بات کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ کائنات کی تخلیق کا مقصد ہی نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس ہے۔ آپ ﷺ اللہ کے سب سے زیادہ محبوب ہیں، اور جس کی خاطر تمام مخلوقات کو پیدا کیا گیا وہ یقیناً محبوبیت کبریٰ کے اعلیٰ مقام پر فائز ہو گا۔

2: حدیثِ شفاعت میں حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"أنا سيد ولد آدم يوم القيامة، ولا فخر" (صحیح مسلم:2278، صحیح بخاری:3340)

ترجمہ: میں قیامت کے دن آدم کی اولاد کا سردار ہوں گا، اور یہ بات فخر کے طور پر نہیں کہہ رہا۔

نبی کریم ﷺ کو تمام انسانوں پر قیامت کے دن شفاعتِ کبریٰ کا تاج اور بلند ترین مقام عطا کیا جانا بھی محبوبیت مصطفیٰ ﷺ کو واضح کرتا ہے۔ اس لیے کہ یہ شرف اسی کو مل سکتا ہے جو محبوبِ خدا ہو اور تمام مخلوق میں سب سے افضل ہو۔

3: قال رسول الله ﷺ: "إن الله اتخذني خليلًا، كما اتخذ إبراهيم خليلًا" (مسلم:532، بخاری:3369)

ترجمہ: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے اپنا خلیل (قریبی دوست) بنایا، جیسا کہ اس نے ابراہیم علیہ السلام کو خلیل بنایا تھا۔

اللہ تعالیٰ کی "خُلت" یعنی گہری محبت اور دوستی نبی کریم ﷺ کو عطا کرنا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ آپ ﷺ اللہ کے محبوبِ خاص ہیں۔

4: قال جبريل عليه السلام للنبي ﷺ: "ما وطئ الأرضَ مَلَكٌ أحبُّ إلى الله منك۔" (الشفا 1/27)

ترجمہ: حضرت جبرئیل علیہ السلام نے فرمایا: "زمین پر ایسا کوئی فرشتہ نہیں جسے اللہ تعالیٰ آپ سے زیادہ محبوب رکھتا ہو۔"

یہ جبرئیل امین جیسے مقرب فرشتہ کی گواہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ اللہ کے سب سے زیادہ محبوب بندے ہیں، یہاں تک کہ فرشتوں میں بھی کوئی اُن جیسا محبوب نہیں۔

یقیناً یہ ایک ایسا عنوان ہے جس پر صدیاں خامہ فرسائی کرتی رہیں، دل اس میں ڈوبتے رہے، اور فکر و قلم اس کی وسعتوں میں گم ہوتے رہے۔ اس کے ہر پہلو میں ایک جہاں پوشیدہ ہے، اور ہر نکتہ ایک نکتۂ عشق بن کر قاری کو جھنجھوڑتا ہے۔ مگر وقت کی تنگ دامنی اور اختصار کی رعایت کے باعث اسی چند سطروں پر بس کرتے ہیں، ورنہ یہ وہ باب ہے جو دل چاہتا ہے کبھی بند نہ ہو، اور قلم چاہتا ہے کہ وہ مسلسل اس پر چلتا رہے۔ دعا ہے کہ مولیٰ تبارک و تعالیٰ ہمیں اپنے حبیبِ مکرم، حضرت محمد ﷺ کی کامل محبت، اطاعت، وفاداری اور ادب نصیب فرمائے، اور دنیا و آخرت میں کامیابی عطا فرما۔ آمین! بجاہ طٰہٰ ویٰس ﷺ۔

ثانیِ بوحنیفہ حضرت شیخ صفی الدین حنفی ردولوی

شخصیات

از: مولانا طفیل احمد مصباحی، سابق ایڈیٹر ماہنامہ اشرفیہ

حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کے نامور خلفا میں علمی لحاظ سے ملک العلما قاضی شہاب الدین دولت آبادی اور ثانیِ بو حنیفہ حضرت شیخ صفی الدین حنفی ردولوی علیہما الرحمہ نہایت بلند اور ممتاز مقام کے حامل گذرے ہیں۔ شیخ صفی الدین ردولوی، قاضی شہاب الدین دولت آبادی کے سگے نواسے اور سلسلہ چشتیہ صابریہ کے نامور بزرگ حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی کے سگے دادا تھے۔ شیخ صفی الدین مروجہ علوم و فنون میں اجتہادی بصیرت کے مالک تھے۔ "لطائفِ اشرفی" اور "مرآۃ الاسرار" کے بیان کے مطابق خود حضور مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی نے اپنے اس لائق و فائق مرید و خلیفہ کی علمی لیاقت اور فنی بصیرت کا اعتراف کیا ہے۔ درسِ نظامی کی متعدد کتابوں کے شروح و حواشی آپ نے تحریر کیے ہیں۔ "الثقافۃ الاسلامیۃ فی الہند" میں علمِ نحو میں "غایۃ التحقیق" نامی آپ کی کتاب کا ذکر موجود ہے۔ مولانا ابو الحسین عرف حسین علی چشتی صابری نے "انوار الصّفی" میں آپ کے علمی و تدریسی احوال ان الفاظ میں بیان کیے ہیں :

حضرت شیخ مخدوم صفی الدین ردولوی رحمۃ اللہ علیہ ظاہری علوم حاصل کرنے کے بعد تدریس کے مشاغل میں مصروف ہوئے۔ آپ کی علمی عظمت کا شہرہ سن کر بیشمار طلبہ جمع ہو گئے۔ آپ کے علم و فضل کی آواز چار دانگ عالم میں پھیل گئی۔ دور دراز شہروں اور ملکوں سے طالب علم جوق در جوق آپ کے پاس چلے آئے اور تھوڑی مدت میں علم و عرفان میں کمال حاصل کر کے اپنے شہروں اور ملکوں کی طرف لوٹ گئے اور اپنے اپنے علاقوں میں علم و عرفان کی شمع روشن کی۔

"مرآۃ الاسرار" کے مصنف لکھتے ہیں کہ حضرت مخدوم شیخ صفی الدین رحمۃ اللہ علیہ اگرچہ امام ہمام حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی اولاد ہیں، لیکن باعتبارِ علم و فضل، زہد و تقویٰ اور کمالاتِ معنوی **"ثانی ابو حنیفہ"** کے نام سے موسوم تھے۔

آپ نے درس و تدریس کے زمانے میں بہت سی عربی و فارسی کتابیں تصنیف فرمائیں۔ فقہ اور اصول فقہ کے متون اور معتبر کتابوں کی شرحیں لکھیں۔ مثلاً: دستور المبتدی، حلّ ترکیبِ کافیہ، شرحِ کافیہ جو "شرحِ صفی" کے نام سے موسوم ہے اور "غایۃ التحقیق" وغیرہ۔ صاحبِ لطائفِ اشرفی فرماتے ہیں کہ : بارہا حضرت سلطان الاتقیا، برہان الاصفیا اور قدوۃ الکبریٰ مخدوم سید اشرف جہانگیر سمنانی رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے بلادِ ہند میں ایک شخص کو نادر علوم و فنون اور عجائبِ احوال کا پیکر

پایا ہے، وہ میرے بھائی صفی الدین حنفی علیہ الرحمہ ہیں۔ الغرض موصوف علم و فضل اور زہد و تقویٰ کے احوال میں دُرّ یکتا اور یگانۂ روز گار تھے۔ (انوار الصفی فی اظہار اسرار الجلی والخفی، ص:19، 20، ناشر: شعبۂ نشر و اشاعت جامعہ چشتیہ، ردولی شریف)

حضور مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ العزیز سے آپ کے مرید ہونے کا واقعہ بھی بڑا دلچسپ ہے۔ چنانچہ شیخ محمد اکرم قدوسی (مصنف اقتباس الانوار) لکھتے ہیں کہ حضرت شیخ عبد القدوس گنگوہی قدس سرہ کے جدِّ امجد حضرت مخدوم شیخ صفی الدین حنفی (اشرفی) ردولوی تھے، جو حضرت شیخ اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ کے اکابر خلفا میں سے تھے۔ اگر چہ شیخ صفی الدین امام اعظم ابو حنیفہ علیہ الرحمہ کی اولاد میں سے تھے، لیکن علم و ثقاہت اور کمالات معنوی کے اعتبار سے آپ "ابو حنیفہ ثانی" تھے۔ چنانچہ آپ کے کمالات کا مشاہدہ آپ کی تصانیف میں کیا جا سکتا ہے۔ حضرت میر سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ: "ملکِ ہندوستان میں اگر میں نے کسی کو فنونِ غرائب اور فنونِ عجائب سے مزیّن دیکھا ہے تو وہ برادرم شیخ صفی الدین حنفی ہیں۔ حضرت مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ سے آپ کے مرید ہونے کا واقعہ یہ ہے کہ ایک رات حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کی ایک کتاب کو دیکھ کر فرمایا کہ مجھے معلوم ہے کہ تم نے بہت ورق سیاہ کیے ہیں، اب ورق سفید کرنے کا وقت آگیا ہے۔ جاؤ اور صحیفۂ دل کو انوارِ جاوید سے روشن کرو۔ اس بات نے آپ کے دل میں گھر کر لیا اور ایسی حالت طاری ہوئی کہ بے اختیار ہو کر بیعت کی درخواست کی۔ حضرت خضر علیہ السلام نے فرمایا: میں تجھے بشارت دیتا ہوں کہ ایک ایسا جوان مرد کہ جس کے انوارِ ولایت اور آثارِ ہدایت سے سارا جہاں پُر (منوّر) ہے، آج کل تمہارے اسی قصبہ (ردولی) میں آنے والا ہے۔ چنانچہ چند ایام میں میر سید اشرف جہانگیر سمنانی قدس سرہ قصبہ ردولی میں تشریف لائے اور جامع مسجد میں قیام فرمایا۔ حضرت شیخ صفی الدین جو اس سعادت کے منتظر تھے، حاضرِ خدمت ہوئے۔ ان کو دیکھ کر حضرت شیخ مخدوم اشرف نے فرمایا: برادر صفی الدین! تم صفائے قلب لائے ہو، اب آؤ اور نعمت حاصل کرو۔ اس کے بعد فرمایا کہ جب حق تعالیٰ کسی کو اپنے قرب سے سرفراز فرمانا چاہتا ہے تو حضرت خضر علیہ السلام کے ذریعے اس کو اشارہ کر دیتا ہے۔ یہ بات سن کر حضرت شیخ صفی الدین کے دل میں ان کے متعلق اعتقاد اور بھی زیادہ قوی ہو گیا اور اسی وقت مرید ہو گئے۔ حضرت شیخ (مخدوم اشرف جہانگیر سمنانی) نے تھوڑی مصری اٹھا کر ان کے منہ میں ڈالی اور فرمایا: نور الانوار (باطنی فیض) کا حصول مبارک ہو۔ میں نے حق تعالیٰ سے درخواست کی ہے کہ تمہاری اولاد سے علم نہ جائے۔ حضرت شیخ مخدوم اشرف نے ان کی تکمیل و تربیت کے لیے چالیس دن وہاں قیام فرمایا۔ اس سے ان کو حضرت شیخ کے سامنے ایک چلّہ کرنے کا موقع بھی مل گیا۔ اس دوران آپ نے ان کو سلوک الی اللہ کے حقائق و معارف سے بھی آگاہ فرمایا اور آخر میں خرقۂ خلافت سے مشرّف فرما کر دولت ازلی و ابدی سے مالا مال کیا۔ اس وقت حضرت شیخ صفی الدین کے فرزند شیخ اسماعیل کی عمر چالیس دن تھی۔ شیخ صفی الدین نے بچے کو اٹھا کر حضرت شیخ اشرف

جہانگیر سمنانی قدس سرہ کے قدموں میں ڈال دیا۔ حضرت شیخ نے فرمایا: میں نے اس کو بھی قبول کیا اور یہ ہمارا مرید ہے۔ اس کے بعد حضرت شیخ اشرف جہانگیر سمنانی، حضرت شیخ صفی الدین کو ردولی شریف میں مسند خلافت پر بٹھا کر اودھ تشریف لے گئے۔ غرض کہ حضرت شیخ صفی الدین قدس سرہ بڑے باکمال بزرگ تھے۔ اپنے بیٹے حضرت شیخ اسماعیل کو مسندِ خلافت پر متمکن کر کے عالمِ بقا کی طرف رحلت کر گئے اور قصبہ ردولی میں دفن ہوئے۔ رحمۃ اللہ علیہ۔

(اقتباس الانوار، ص:604، 605، ناشر: ضیاء القرآن پبلیکیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور)

"بحر زخار" سے بھی مذکورہ اقتباس کی تائید ہوتی ہے۔ شیخ وجیہ الدین اشرف لکھنوی لکھتے ہیں: واقفِ اسرار خفی و جلی، حضرت شیخ صفی حنفی رحمۃ اللہ علیہ، ردولی میں سکونت اختیار کی تھی۔ احسن القصص میں لکھا ہے کہ امام اعظم کی نسل سے تھے، نیز حضرت سید سلطان اشرف جہانگیر کے خلیفہ ہیں۔ حضرت خضر علیہ السلام نے آپ کو بشارت دی تھی کہ ایک سید ایسے ایسے انوار و تجلیات کے ساتھ آنے والے ہیں، ان سے بیعت ہو جانا۔ چند دنوں کے بعد میر سید اشرف جہانگیر قصبہ ردولی میں تشریف لائے، شیخ صفی تو اس سعادت کے منتظر ہی تھے، خدمت میں حاضر ہو کر بیعت سے مشرف ہوئے۔(ج 1/ ص528)

آپ نے 13 ذوالقعدہ 819ھ کو وصال فرمایا، تدفین رَدُولی ضلع فیض آباد، یوپی ہند میں ہوئی۔

(فقہائے ہند، ج2، ص352، 390)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ارشاداتِ زریں

حضرت سلطان الاولیاء، درۃ تاج الاصفیاء، عمدۃ الکاملین، زبدۃ الواصلین، عین عیون محققین، وارث علوم انبیاء و مرسلین تارک السلطنت غوث العالم محبوب یزدانی مخدوم سید اشرف جہانیاں جہانگیر سمنانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:۔

- علم حاصل کرو کہ زاہد بے علم شیطان کا تابعدار ہوتا ہے اور عابد بے فقہ کمہار کے گدھوں کی طرح۔
- علم ایک چمکتا ہوا آفتاب ہے اور تمام ہنر اس کی شعائیں ہیں۔
- خدا کا دوست جاہل نہیں ہوتا۔
- عالم بے عمل ایسا ہے جیسے بے قلعی کا آئینہ۔
- عالم دین اور عالم دنیا میں فرق وہی ہے جو کھرے اور کھوٹے چاندی میں ہوتا ہے۔

حضور صدر الشریعہ اور بہار شریعت



از: مولانا انصار احمد مصباحی

حضور صدر شریعت، بدر طریقت، مصنف بہار شریعت، حضرت مولانا مفتی امجد علی اعظمی (علیہ الرّحمہ) دبستانِ فکر ماتریدی کے خوشہ چیں اور گلستانِ فقہ حنفی کے سدا بہار فقیہ ہیں، جو شیر از ہند کا مردم خیز خطہ، گھوسی کی خوش گوار اور پاکیزہ پیداوار ہیں۔ یہ وہی گھوسی ہے، جس کے بارے جناب ڈاکٹر شکیل آعظمی نے کبھی کہا تھا؀

ہے گھوسی سر زمینِ ہند کا وہ محترم خِطّہ
نہ جانے کتنے گوہر ہیں، نہاں جس کے دفینے میں

پیدائش اور ابتدائی تعلیم:

صدر الشریعہ، حضرت مفتی امجد علی اعظمی صاحب مدینۃ العلماء "گھوسی" میں 1300ھ میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا مولانا خدا بخش (علیہ الرحمہ) صاحبِ کرامت بزرگ تھے، انھیں شیخ الدلائل سے "دلائل الخیرات شریف" کی اجازت تھی۔ والد ماجد مولانا حکیم جمال الدین مرحوم عالم دین اور ماہر طبیب تھے۔

آپ کی ابتدائی تعلیم گھر پر ہوئی۔ اس دوران کچھ دقتیں بھی پیش آئیں، جنھیں آپ نے صبر و تحمل سے جھیلا۔ عمر کے ساتھ ساتھ اشتیاقِ علم بھی پروان چڑھتا رہا۔ اُن دنوں پورے بھارت میں علامہ فضل حق خیر آبادی (علیہ الرحمہ) کے سب سے چہیتے شاگرد، مولانا ہدایت اللہ خان جون پوری علیہ الرحمہ کا شہرہ تھا۔ چودہ سال کی عمر میں، بے سر و سامانی میں جون پور کے لئے نکل کھڑے ہوئے۔ تلاشِ علم کا ذوق دیکھیے! گھوسی سے اعظم گڑھ تک 40 / کلومیٹر کا سفر پیدل ہی طے کر لیا، وہاں سے جون پور اونٹ گاڑی پر گئے۔ حافظہ قوی تھا، محنت گھٹّی میں پڑی تھی، دل میں خلوص بدرجہ اتم موجود تھا، بہت جلد حضرت مولانا ہدایت اللہ خان جون پوری کے خاص شاگردوں میں شامل ہو گئے، ایک وقت ایسا بھی آیا کہ "خاص" سے "اخص" بھی ہو گئے۔ قوتِ حافظہ کے بارے میں خود ہی فرماتے ہیں:

”ایک مرتبہ کتاب میں مضمون دیکھ لیا یا استاد سے تقریر سن لی، تو برسوں تک ایسا محفوظ رہتا تھا کہ جیسے ابھی دیکھا ہو، تین مرتبہ کسی عبارت کو پڑھ لیا تو وہ یاد ہو جاتی“۔(۱)

وہاں، جون پور میں آپ کا یہ معمول ہو گیا کہ خود بھی پڑھتے اور نیچے درجے کے طلبہ کو درس بھی دیتے۔ اس کے لئے ”سبق پڑھنے کے بعد دن کا سارا وقت اور رات کا بھی کچھ حصہ پڑھانے میں صرف کرتے تھے“۔(۲)

معقولات کی تکمیل کے بعد، استاد کے اشارے پر، منقولات کے لیے مدرسۃ الحدیث، پیلی بھیت حاضر ہوئے۔ یہاں حضرت علامہ وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ کا، علم حدیث میں طوطی بولتا تھا۔ پیلی بھیت چودہ ماہ رہ کر علم حدیث کا معتد بہ حصہ حاصل کر لیا۔ 1334ھ میں مدرسۃ الحدیث، پیلی بھیت سے سندِ فراغت حاصل کی اور شایانِ شان دستار بندی ہوئی۔ اس کی رپورٹ تحفہ حنفیہ، پٹنہ میں ان الفاظ میں شایع ہوئی: ”6، ذی الحجہ، 1334ھ کو طلبہ کا امتحان حضرت مولانا شاہ محمد سلامت اللہ رام پوری دام فیضہ (علیہ الرحمہ) نے لیا، مولوی امجد علی صاحب نے، بعد فراغت کتب درسیہ کے، نہایت جاں فشانی اور کمالِ مستعدی سے، سال بھر میں صحاح ستہ، مسند شریف، کتاب الآثار، موطا امام محمد، طحاوی شریف کا قرأتاً و سماعتاً درس حاصل کر کے اعلا درجے کا امتحان دیا، جس کے باعث ممتحن صاحب اور حاضرین نہایت شاداں، اور ان کی حسن لیاقت و فہم و ذکاوت سے بہت فرحاں ہوئے اور دستار فضیلت زیبِ سر کی گئی“۔(۳)

آپ کے اساتذہ کی فہرست گو مختصر ہے؛ لیکن جو بھی ہیں، اپنی جگہ علوم و فنون کی یونیورسٹی ہیں۔ استاذ محدث سورتی علیہ الرحمہ نے آپ کے لئے کہیں فرمایا تھا:

”مجھے ساری عمر میں یہی ایک طالب علم ملا ہے“۔(۴)

تدریس اور حاضری بریلی مقدسہ:

آپ کے شاگردوں کے چند منتخب نام ہی، تدریسی قابلیت کو بتانے کے لئے کافی ہیں۔ کسی نے بڑی حق بیانی سے کام لیا ہے اور خوب منظر کشی کی ہے۔

سلامی جا بجا ارض و سما دیں
مہ و خورشید، انجم پر بچھا دیں
تیرے خدام اے صدر شریعت
جدھر جائیں فرشتے پر بچھا دیں

صدر یار جنگ، جناب حبیب الرحمان خان شیروانی برملا کہتے ہیں: ”مولانا امجد علی صاحب پورے ملک میں ان چار پانچ مدرسین میں ایک ہیں، جنھیں میں منتخب جانتا ہوں“۔ (۵)

تدریس کی ابتدا رئیس پٹنہ حضرت قاضی عبدالوحید فردوسی علیہ الرحمہ کے "مدرسہ اہل سنت" سے ہوئی۔ یہیں پہلی بار مجدد اعظم، اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ سے ملاقات ہوئی، ملے تو حلقہ بگوش ہو کر رہ گئے۔ تدریس کا مشغلہ چھوڑ کر کچھ دن "میراث پدر خواہی، علم پدر آموز" پر عمل کر کے والد گرامی کی خواہش پوری کی، یعنی علم طب سیکھ کر مطب کھول لیے۔ قدرت نے انھیں کسی اور کام کے لئے چن لیا تھا۔ ایک بار پیلی بھیت سے واپسی میں بریلی بھی پہنچے، استاد کا خط دکھایا، پڑھ کر امام اہل سنت فاضل بریلوی نے فرمایا:

"طبابت اچھا کام ہے؛ لیکن اس میں صبح سویرے قارورہ (پیشاب) دیکھنا پڑتا ہے"۔

بس! تب سے پیشاب سے گھن ہونے لگی، بہت جلد مطب بند کر کے خدمت دین متین میں لگ گئے۔

بریلی شریف میں علم فقہ، افتا اور قضا پر آپ کو عبور حاصل ہو گیا تھا؛ یہاں تک کہ خود اعلیٰ حضرت نے مجمع سے فرمایا: "آپ یہاں موجودین میں تفقہ جس کا نام ہے، وہ مولوی امجد علی میں زیادہ پایئے گا۔ وجہ یہ ہے کہ وہ استفتا سنایا کرتے ہیں...... طبیعت اخاذ ہے"۔(۶)

آگے چل کر امام احمد رضا خان نے ایک تخت لگا کر، آپ کا دایاں ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر اعلان فرمایا "میں آپ کو ہندوستان کے لئے قاضی شرع مقرر کرتا ہوں"۔(۷)

حیاتِ صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے یہ 10 کارنامے سب سے نمایاں ہیں:

1: فقہ حنفی کا انسائکلوپیڈیا "بہار شریعت"۔

2: ترجمہ "کنز الایمان" کے مراحل اور املا۔

3: حاشیہ شرح معانی الآثار (عربی)

4: فتاوی امجدیہ۔

5: اشاعت کتب (مطبع اہل سنت)

6: ماہر شاگردوں کی شکل میں علمی اثاثے کی منتقلی۔

7: اولاد و امجاد کی دینی تعلیم و تربیت اور ان کے ذریعے فروغ اہل سنت۔

8: 20 فنون پر مشتمل کتابوں سے بھری عظیم لائبریری۔

9: غیر مفتوح اور فیصلہ کن مناظرے۔

10: تقریر کے ذریعے دعوت و تبلیغ۔

بہار شریعت:

بہار شریعت، علم فقہ کی سیکڑوں مطوّلات و مختصرات، شروح و حواشی کا عطر مجموعہ اور گل سر سبد ہے۔ مولانا ارشاد عالم ساحل سہسرامی نے بجا لکھا ہے: "یہ کتاب اپنی نوعیت میں منفرد ہے۔ اسے دیکھ کر اہل علم کا تاثر یہ ہے کہ دنیا کی کسی زبان میں، فقہ حنفی کی کوئی کتاب ایسی نہ ہو گی، جو بیک وقت ان اوصاف کی جامع ہو"۔(۸)

بعض لوگ مصنف کی کتابوں کی تعداد سے مرعوب ہو جاتے ہیں، بسا اوقات اس کے لئے اوٹ پٹانگ کارنامے سرزد ہو جاتے ہیں، کبھی کبھی الٹ پلٹ کر بھی تصانیف کی تعداد بڑھالی جاتی ہے۔ ایک جناب کا خوب صورت تبصرہ نقل کرتا ہوں، جو شاید بے محل نہیں ہو گا: "سکاکی نے "مفتاح العلوم" لکھی، جو ایک مفصل کتاب تھی، بعد ازاں قزوینی نے اس کے ایک بڑے حصے کی تلخیص بنام "تلخیص المفتاح" لکھی، اس کے بعد تفتازانی نے تلخیص المفتاح کی شرح "مطول" لکھ کر اسے پھر سے مفصل کر دیا، پھر اسی مطول سے "مختصر المعانی" لکھ کر ایک اور تلخیص بنادی گئی۔ بھائی! اگر شرح ہی لکھنی تھی تو پہلے تلخیص کیوں کی! اور مفصل پہلے سے موجود تھی تو شرح کیوں! اسی مفصل کو واپس لے آتے، اور شرح کر کے پھر مختصر کیوں کی! تلخیص تو پہلے ہی موجود تھی"۔

لیکن صدر الشریعہ نے ایسا نہیں کیا، وہ چاہتے تو اسلامی کتابوں کے اتنے بڑے ذخیرے سے، بہار شریعت کی تصنیف کی مدت میں، پچاسوں کتابیں تیار کر لیتے؛ لیکن انھوں نے ایک ہی بہار شریعت ایسی لکھ دی کہ اس سے نقل و استفادے سے اب تک پچاسوں کتابیں لکھی جا چکی ہیں۔ خود بہار شریعت کو پھیلا دی جائے تو پچیسوں کتابیں تیار ہو جائیں۔ بہار شریعت کی مندرجہ ذیل خوبیاں اور خصوصیات اسے دوسری کتابوں سے ممتاز کرتی ہیں اور اسے فقہ حنفی کا ایک شاہ کار بناتی ہیں۔

(الف) استنادی حیثیت:

ہر مسئلے اور حدیث کے آگے اصل ماخذ کا حوالہ دے دیا گیا ہے۔ صرف حصہ دوم کا جائزہ لیں تو اس حصے میں 395 قرآنی آیتوں کے علاوہ چالیس سے زائد کتب حدیث اور اتنی ہی (45 کتابیں) فقہی کتابوں کے حوالے ہیں۔ بہار شریعت کے پہلے سے چھٹے حصے تک اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رضی اللہ تعالی عنہ نے خود حرف بہ حرف سنا اور اس کی تصدیق بھی کی ہے۔

(ب) سلاست اور روانی:

حصہ دوم کے شروع میں لکھتے ہیں: "اس کتاب میں حتی الوسع یہ کوشش ہو گی کہ عبارت بہت آسان ہو کہ سمجھنے میں دقت نہ ہو، اور کم علم اور عورتیں اور بچے بھی اس سے فائدہ حاصل کر سکیں"۔ اسی خوبی کی طرف اعلی حضرت فاضل بریلوی، بہار شریعت پر اپنی تقریظ میں ان الفاظ میں اشارہ کرتے ہیں: "آج کل ایسی کتاب کی ضرورت تھی کہ عوام بھائی سلیس اردو میں صحیح مسئلے پائیں"۔(۹)

صدر الشریعہ نے بہار شریعت میں ایسے سیکڑوں اردو الفاظ کا ذکر کرکے انھیں ہمیشہ کے لیے محفوظ کر دیا ہے، آج بڑے سے بڑا ادیب جن کو بول بھی نہیں سکتا۔ جس زمانے میں یہ کتاب لکھی گئی، اردو ذخائر میں فقہ حنفی کی کسی ایسی کتاب کا سراغ تک نہیں ملتا۔ بہار شریعت کی زبان آج بھی تازہ اور فصیح ہے۔

(ج) اختصار اور جامعیت:

پیدائش سے موت تک اور مابعد موت ایصال ثواب وغیرہ کے سارے مسائل اس ایک کتاب میں جمع ہیں اور ترتیب اس خوبی سے دی گئی ہے کہ کوئی بھی اردو خواں کسی بھی مسئلے تک آسانی سے پہنچ جاتا ہے، جو مسئلہ جہاں ذکر کیا جانا چاہیے تھا، بالکل وہیں ہے۔

(د) اختلافات سے پرہیز:

علما کے اختلاف سے عوام کو کیا سروکار! انھیں تو بس مسائل چاہیے؛ تاکہ وہ اس پر عمل کریں۔ یہی چیز بہار شریعت میں روا رکھی گئی ہے۔

(ھ) پیچیدگی اور الجھاوپن سے گریز:

مسائل سمجھانے میں وہی زبان و بیان کا انتخاب ہوا ہے، جو افہام و تفہیم کے لیے بہتر ہو۔ بہار شریعت بھارت میں علم فقہ کی، عالم گیری اور فتاویٰ رضویہ کے بعد سب سے اہم کڑی ہے۔ فقہ کی تاریخ بہار اور صاحب بہار کے ذکر کے بغیر ہمیشہ ادھوری رہے گی۔ یہ کتاب اس شان کی ہے کہ اس پر ڈاکٹریٹ کی ڈگریاں دی جائیں، یونیورسٹیوں میں اس پر تحقیقات ہوں۔

ماخذ و مراجع

(۱) عبد المنان اعظمی، بحر العلوم، مفتی، حیات صدر الشریعہ، ۲۴ (۲) ایضا، ص، ۲۵

(۳) آل مصطفیٰ مصباحی، مفتی، سوانح صدر الشریعہ، ۱۴ (۴) عبد المنان اعظمی، بحر العلوم، مفتی، حیات صدر الشریعہ، ص ۲۵

(۵) ماہنامہ اشرفیہ مبارک پور کا "صدر الشریعہ نمبر" ۱۹۹۵، ص ۲۱۸

(۶) امام احمد رضا خان، مجدد، الملفوظ، ص ۱۰۳

(۷) برہان الحق جبل پوری، برہان ملت، اکرام امام احمد رضا، ص ۱۰۶

(۸) ارشاد مصباحی، مولانا، حیات و خدمات، ص ۳۳۹

(۹) بہار شریعت، سوم، ص ۱۵۴



بہار شریعت کے ایک مسئلہ پر اشکال اور اس کا حل

از: حضرت مفتی فیضان المصطفی قادری

متفرقات

جانماز کا کونا موڑنا بے اصل ہے یا نہیں؟

بہار شریعت میں ہے: مسئلہ نمبر ۱۰: نماز پڑھنے کے بعد مصلے کو لپیٹ کر رکھ دیتے ہیں یہ اچھی بات ہے، کہ اس میں زیادہ احتیاط ہے، مگر بعض لوگ جانماز کا صرف کونا لوٹ دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ایسا نہ کرنے میں اس پر شیطان نماز پڑھے گا۔ یہ بے اصل ہے۔ (بہار شریعت حصہ ۱۶ صفحہ ۴۹۹ مکتبۃ المدینہ آداب مسجد و قبلہ)

حضرت مولانا عبد المبین نعمانی صاحب نے توجہ دلائی کہ بہار شریعت میں اسے بے اصل لکھا ہے، جب کہ فتاویٰ رضویہ شریف میں اس کی اصل بیان کی گئی ہے۔ ہم ذیل میں فتاویٰ رضویہ شریف کی وہ عبارت پیش کرتے ہیں:

فتاویٰ رضویہ جلد سوم قدیم صفحہ ۵۷ پر ہے:

مسئلہ: اکثر دیہات میں نماز پڑھ کر جب اٹھتے ہیں کونا مصلی کا الٹ دیتے ہیں، اس کا شرعا ثبوت ہے یا نہیں؟

الجواب: ابن عساکر نے تاریخ میں جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالی عنہما سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم فرماتے ہیں: الشاطین یستعملون ثیابکم فاذا نزع احدکم ثوبہ فلیطوہ حتی ترجع الیھا انفاسھا فان الشیطان لا یلبس ثوبا مطویا۔

شیطان تمہارے کپڑے اپنے استعمال میں لاتے ہیں، تو کپڑا اتار کر تہ کر دیا کرو کہ اس کا دم راست ہو جائے، کہ شیطان تہ کیے کپڑے کو نہیں پہنتا۔ معجم اوسط طبرانی کے لفظ یہ ہیں:

" اطووا ثیابکم حتی ترجع الیھا ارواحھا فان الشیطان اذا وجد ثوبا مطویا لم یلبسہ و ان وجدہ منشورا لبسہ " کپڑے لپیٹ دیا کرو کہ ان کی جان میں جان آجائے، اس لیے کہ شیطان جس کپڑے کو لپٹا ہوا دیکھتا ہے اسے نہیں پہنتا اور جسے پھیلا ہوا پاتا ہے اسے پہنتا ہے، ابن ابی الدنیا نے قیس ابن ابی حازم سے روایت کی:

قال ما من فراش یکون مفروشا لاینام علیه احد الانام علیه الشیطان ۔ جہاں کوئی بچھونا ہو جس پر کوئی سوتا نہ ہو اس پر شیطان سوتا ہے، ان احادیث سے اس کی اصل نکل سکتی ہے، اور پورا لپیٹ دینا بہتر ہے۔ واللہ تعالی اعلم۔

(فتاوی رضویہ قدیم، جلد ۳ ص ۷۵)

اس اشکال کا حل یہ ہے کہ فتاویٰ رضویہ شریف میں جانماز کا کونا موڑنے کی اصل بیان کی گئی ہے اور بہار شریعت میں اس کو بے اصل نہیں کہا گیا، بلکہ اس کے پیچھے اس سوچ کو بے اصل کہا گیا کہ ایسا نہ کریں تو شیطان نماز پڑھے گا۔ بہار شریعت کی عبارت پر غور کرنے سے یہی مفہوم متبادر ہے، فرماتے ہیں: "بعض لوگ جانماز کا صرف کونا لوٹ دیتے ہیں اور یہ کہتے ہیں کہ ایسا نہ کرنے میں اس پر شیطان نماز پڑھے گا" یہ بے اصل ہے۔

اس میں "یہ بے اصل ہے" کا تعلق عبارت کے آخری حصے سے ہے کیوں کہ جانماز لپیٹ دینے کی تو پہلے تحسین فرمائی، پھر کونا موڑنے کا ذکر فرما کر اس کے پیچھے شیطان کی نماز کا نظریہ ذکر کیا، اور یہی بے اصل بات ہے، شیطان کب سے نماز پڑھنے لگا، اس کا کام تو نماز سے روکنا ہے۔ چنانچہ سورہ مائدہ میں فرمایا:

اِنَّمَا یُرِیۡدُ الشَّیۡطٰنُ اَنۡ یُّوۡقِعَ بَیۡنَکُمُ الۡعَدَاوَۃَ وَ الۡبَغۡضَآءَ فِی الۡخَمۡرِ وَ الۡمَیۡسِرِ وَ یَصُدَّکُمۡ عَنۡ ذِکۡرِ اللّٰہِ وَ عَنِ الصَّلٰوۃِ فَهَلۡ اَنۡتُمۡ مُّنۡتَهُوۡنَ (مائدۃ ۹۱)

ترجمہ: شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ تم میں بیر اور دشمنی ڈلوا دے شراب اور جوئے میں، اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے روکے، تو کیا تم باز آئے۔ (کنز الایمان)

جو شیطان نماز سے روکنا چاہتا ہے وہی بچھی بچھائی جانماز پر نماز پڑھنا شروع کر دے تو مسجدوں کی دری قالین تو سالہا سال بچھی رہتی ہے پورے سال نماز پڑھتا ہو گا۔ یہی بات بے اصل ہے۔ اس نے حکم ربانی پر ایک سجدے سے انکار جو کیا راندۂ درگاہ قرار پایا، اور اس سے بارگاہِ الٰہی کی طاعت و عبادت کی توفیق مسلوب ہو گئی۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(ماخوذ از بہار شریعت اور تنقیدات و اشکالات، جلد اول، ص ۱۸۶ تا ۱۸۸۔ مصنف نبیرۂ صدر الشریعہ مفتی فیضان المصطفی قادری مدظلہ العالی)



اسلام کی سچائی اور سائنسی حقائق

از: مولانا ناصر رضا امجدی، ناسک مہاراشٹر

متفرقات

موجودہ دور کے الحاد زدہ ماحول میں تربیت پانے والے مسلم گھرانوں کے اطفال ملحدانہ ذہنیت کے حامل ہوتے نظر آرہے ہیں، جس کی بنیادی وجہ اسلامی تعلیمات سے دوری اور ملحدانہ اساتذہ سے پرورش پانا ہے۔ چونکہ دیگر اقوام کے مذہبی تعلیمات جب سائنسی پیمائش پر تولے جاتے ہیں یا جدید علوم پر انہیں پرکھا جاتا ہے تو وہ حقیقت سے متصادم ہوتے نظر آتے ہیں، لہٰذا ان ملحدین اساتذہ نے اسلام کو بھی اسی پیمائش پہ ناپا اور اس کو بھی سائنسی حقائق اور جدید علمی نظائر کے مخالف تصور کر لیا۔ یہی وجہ ہے کہ جب یہ ملحدین کسی کہنہ مشق عالم کے سامنے اپنے افکار و خیالات لے کر بیٹھتے ہیں تو لاجواب اور ششدر نظر آتے ہیں۔

دراصل قدیم مغربی مذہبی پیشواؤں نے سائنسی دریافتوں کو اپنے قائم کردہ نظریات اور مقدس کتابوں کی لفظی تشریح کے لیے خطرہ سمجھا، جس کی وجہ سولہویں صدی میں جب سائنس نے اُن غلط نظریات کو تحقیق کی روشنی میں جھٹلایا تو اُس وقت کے پادریوں نے یہ سمجھا کہ سائنسدان مذہب کو سائنس کے ذریعے رڈ کر رہے ہیں۔ چنانچہ وہ سائنسدانوں اور سائنسی علوم کے خلاف مذہبی کارروائیوں میں لگ گئے۔ پہلے پہل نظامِ شمسی اور حرکتِ زمین کے بارے میں نئے سائنسی تصوّرات کا یہ نتیجہ نکلا کہ پادریوں نے مذہب مخالف قرار دیا۔

گلیلیو نے جب 1609ء میں دُوربین ایجاد کی (مغربی دعوں کے مطابق) اور اُس کی مدد سے نظامِ شمسی کی اپنی تحقیقات دُنیا کے سامنے پیش کیں تو پادریوں نے اُسے اِس جرم کی پاداش میں سزائے قید سنائی ایسے ہی ان گنت سائنسدانوں کو مذہب کے نام پر متعصب ظالمانہ قوانین کے شکنجے میں کستے ہوئے اُنہیں اپنے سائنسی نظریات واپس لینے پر مجبور کیا گیا، یہاں تک کہ اُن میں سے بعض کو زندہ آگ میں جلا دیا گیا۔ ان ہی وجوہات کا خمیازہ یہ ہوا کہ مذہب اور سائنس کے درمیان ایک اعلانیہ جنگ چھڑ گئی جس

کا نتیجہ سائنس کی فتح اور عیسائیت کی شکست سے ہوا۔ یہ ان کے تحریف شدہ صحیفے اور مسخ شدہ دین ہی کا نتیجہ تھا، مذہب اور سائنس میں مغایرت اصل میں یہ عیسائیت کے مسخ شدہ نظریات اور سائنس کی جنگ تھی۔

وہیں جب اسلام اور سائنس کا سامنا ہوا تو نتیجہ اس کے بر عکس نکلا۔ اگر ہم سائنس کی حقیقت کو سمجھیں تو اسے سمجھنا آسان ہو جاتا ہے۔

لاطینی لفظ "Scientia" سے ماخوذ، سائنس کا مطلب "جاننا" ہے۔

اس کی محتاط اصطلاحی تعریف۔ سائنس کائنات کے بارے میں مشاہدات، تجربات اور منطقی دلائل کے ذریعے منظم معلومات حاصل کرنے اور سمجھنے کا نام ہے۔ یہ قدرت کے اصولوں کو دریافت کرتی ہے، جس میں سائنسی حقائق کو پرکھنے کے لیے تجربہ واحد کسوٹی ہے، جو قابل اعادہ ہوتے ہیں۔

اس تعریف میں بنیادی تقاضہ علم کائنات ہے، اسلام نے علم کی مخالفت نہیں بلکہ ترغیب دی ہے، اور علم کائنات پر ابھارا ہے ۔ چناچہ قرآن میں متعدد جگہ اللہ تعالیٰ بندوں کو تخلیق کائنات پر بار بار غور کرنے کی دعوت دیتا نظر آرہا ہے۔ اسلام تسخیر کائنات کی کھلی دعوت ان الفاظ میں بیان کرتا ہے۔

"بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات و دن کا بدلتے آنا اور کشتی کہ دریا میں لوگوں کے فائدے لے کر چلتی ہے اور وہ جو اللہ نے آسمان سے پانی اتار کر مردہ زمین کو اس سے جِلا دیا اور زمین میں ہر قسم کے جانور پھیلائے اور ہواؤں کی گردش اور وہ بادل کہ آسمان و زمین کے بیچ میں حکم کا باندھا ہے ان سب میں عقلمندوں کے لئے ضرور نشانیاں ہیں۔ (البقرہ آیت ۱۶۴)

دوسری جگہ فرماتا ہے۔

بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کی باہم بدلیوں میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے، جو اللہ کی یاد کرتے ہیں کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے اور آسمانوں اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے ہیں اے رب ہمارے! تونے یہ بیکار نہ بنایا پاکی ہے تجھے تو ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچالے۔ (آل عمران آیت ۱۹۱، ۱۹۰)

ان جیسی متعدد آیتوں سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام اور سائنس میں مغایرت نہیں بلکہ اسلام جس کی بنیاد حتمی ہے اس کے مختلف شعبوں میں سے ایک شعبہ علم یعنی سائنس بھی ہے جس کی بنیاد اگرچہ ظنی ہے۔ مختصر طور پر کہا جاسکتا ہے کہ سائنس اسلام کے اجزاء میں سے ایک جز ہے۔

یہی وجہ ہے کہ مسلمانوں نے سائنسی دریافتوں میں کلیدی کردار ادا کیا، سائنس کے جتنے شعبہ جات ہیں آپ تلاش کرتے جائیں وہاں مسلم سائنس دانوں کے انمٹ نقوش ملتے جائیں گے جب آج کا مغرب جہالت کی تاریکیوں میں ٹھوکریں کھارہا تھا اس وقت اسلامی دنیا میں مسلمان سائنس میں تحقیقات کے جھنڈے گاڑ رہے تھے۔

علم ہیئت و فلکیات میں ابن رشد سورج کی سطح کے دھبوں کو پہچان دلاتا ہوا نظر آتا ہے، وہیں عمر خیام (Gregorian) کیلنڈر کی اصلاحات مرتب کرتا ہوا نظر آتا ہے۔ البتانی اور البیرونی علم المیقات میں تقویم نماز کے لیے زمین کو ناپتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ علم نجوم میں شیخ عبدالرحمن صوفی، علی بن خلاف أندلسي اور مظفر الدین طوسی کی خدمات انمٹ ہیں اور ان سے بھی پہلے عباس بن فرناس نے دور جدید کی سیار گاہ کی تلاش کا بنیادی طریقہ دیا۔ یہی عباس بن فرناس جسے ہوائی جہاز اڑانے کا پہلا شخص بھی کہا جاتا ہے یوں ہی البطانی، ابن یونس اور ازرقیل جیسے مسلم سائنس دانوں نے چاند سورج گرہن کی قبل از وقت دریافت کے حساب عطا کیے، الجبرا، جیومیٹری اس کا موسس اعلی تو خوارزمی ہی شمار ہوتا ہے طبیعیات مکانیات اور برقیات میں ابن سینا، الکندی، ملا صدرہ، طوسی، البیرونی، محمد بن زکریا ابو البرکات بغدادی کے نام کیسے چھوڑے جاسکتے ہیں۔ انہوں نے نئ دریافتیں کر کے سائنس کی موجودہ شکل کو تشکیل دیا۔ پھر وہ بیرونی کا (ریٹینا) پردۂ بصارت کا صحیح تعلق تلاش کرنا ہو یا پھر ابن العوام کا 585 پودوں کے خواص و احوال مرتب کرنا ہو، الرازی کا smallpox اور measles پر صحیح تشخیص دریافت کرتے ہوئے علم طب پر 200 سے زائد کتب کا تصنیف کرنا ہو یا پھر جراحی پر مفصل تحقیقی کتاب "التصریف لمن عجز عن التالیف" تحریر کرنا ہو، المجوسی کا سریانو کے نظام پر تفصیلی بیان "کتاب الملکی" کی صورت میں دینا ہو۔ یوں ہی ابن رشد کی "الکلیات" نے میڈیسن کی دنیا کو تو بنیادی اصول فراہم کیا، علی ابن عیسی تو پہلا جراح تھا جس نے قبل جرح مریض کو بے ہوش کرنے کا طریقہ دیا۔ علم کیمیا میں حضرت خالد بن یزید کو بھول تو نہیں گئے؟ یا امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ کو جو اس علم کے مؤسس ہیں یا ان کے شاگرد جابر ابن حیان کو فراموش کر گئے جن کی کتابیں صدیوں تک یورپ کے کالجوں میں شامل نصاب رہی۔ ان کے اور ان کے شاگردوں کی تصانیف ہی The Jabirean Corpus کہلاتی ہیں۔

یہ تاریخی حقائق واضح کرتے ہیں کہ اسلامی تعلیمات نے مسلمانوں کو سائنسی خدمات کی ایسی روش عطا کی جس کے نتیجہ میں آج کا جدید سائنس ارتقائی مراحل طے کر رہا ہے۔ یہ حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اسلام اور سائنس میں کوئی تصادم و تضاد نہیں لیکن وہ نظریات جو بظاہر مذہبی تعلیمات سے وقتی طور پر متصادم نظر آتے ہیں انہیں دلیل بنا کر اسلام سے سائنس کو ترجیح دینا اور اسلام کے خلاف اسے حجت بنانا محض احمقانہ خیال ہے، اس کی دو وجوہات قابل توجہ ہیں۔ اول مذہب کے اصول قطعی ہوتے ہیں جبکہ سائنس کی تعریف سے یہ بات واضح ہے کہ سائنس ظنیات کا مجموعہ ہے اس میں کسی ایک نظریہ پر قائم رہنا محال ہے تجربات و مشاہدات اس میں تبدیلی لاتے رہتے ہیں۔

دوم سائنس کو مذہب کی حقانیت کی دلیل تسلیم نہیں کرتے۔ ہمارا یہاں اصول یہ ہے کہ اسلام معیار ہے سائنس نہیں ہے۔ لہذا جو سائنسی تحقیقات اسلامی معیار پر پورے اتریں گے اسے تسلیم کیا جائے گا اور جو اسلامی تعلیمات کے معیار پر پورا نہیں اترتا اسے رد کر دیا جائے گا کیونکہ قطعی چیز سے ظنیات کو تقویت تو مل سکتی ہے لیکن ظنیات سے قطعیات کا رد نہیں ہوتا۔ ہم یہ تسلیم

کر لیتے ہیں کہ سائنسی تحقیقات ابھی ناقص ہے۔انہی وجوہات کی بنیاد پر اسلام اور سائنس متصادم نظر نہیں آتے۔اس صداقت کی ایک بہت مضبوط اور پختہ دلیل یہ ہے کہ بعض سائنسی حقائق جو صدیوں کے تجربات کے نتیجے میں سامنے آئے ہیں،اسلام نے چودہ سو سال قبل ہی ان کا انکشاف کر دیا تھا۔

بگ بینگ تھیوری

تخلیق کائنات کے متعلق سائنس نے مختلف دعوے کیے وہ دعوے رد ہوتے رہے،موجودہ دَور میں تقریباً تمام سائنسدان اِس بات پر متفق ہیں کہ کائنات ایک عظیم دھماکے سے وُجود میں آئی ہے،بگ بینگ تھیوری اِس اَمر کو لازِم قرار دیتا ہے کہ کائنات کی ایک اِبتداء ہو۔جب یہ عظیم دھماکہ وُقوع پذیر ہوا اور کائنات کا آغاز ہوا۔یہ آج سے تقریباً 15 ارب سال پہلے کی بات ہے،پھر اس میں ترمیمات کرتے ہوئے کہا گیا کہ کائنات تقریباً 13.7 ارب سال قبل ایک انتہائی گرم اور گنجان نقطہ سے پھیلاؤ کے ذریعے وجود میں آئی۔یہ ایک زوردار دھماکہ نہیں بلکہ خلا کا مسلسل پھیلاؤ ہے۔سب سے پہلے اس نظریے کی بنیاد جارج لیماترے نے 1927ء میں رکھی تھی۔

بگ بینگ کے نظریہ کو ملحدین وجود باری تعالی کے انکار میں اسلام مخالف نظریہ کی صورت میں پیش کرتے ہیں۔حالانکہ یہاں بھی سائنسی نظریہ اسلام کی حقانیت کو تسلیم کرتا ہوا ہی نظر آتا ہے،تخلیق ارض وسماء کے متعلق قرآن مجید میں ایک آیت ہے،

فرمایا:﴿اَوَ لَمْ یَرَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا﴾

ترجمہ: کیا کافروں نے یہ خیال نہ کیا کہ آسمان اور زمین بند تھے تو ہم نے انھیں کھولا (القرآن، پارہ17، سورۃالانبیاء، آیت30)

اس آیت کی تفسیر میں ایک قول یہ بھی ہے کہ یہاں ملے ہونے سے مراد یہ ہے کہ زمین و آسمان باہم ملے ہوئے تھے،تو اللہ عزوجل نے انہیں جدا کرکے کھول دیا۔

چنانچہ تفسیر طبری میں ہے:''عن ابن عباس، قوله﴿اَوَ لَمْ یَرَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا﴾... الآیة، یقول:کانتا ملتصقتین، فرفع السماء ووضع الأرض... کان الحسن وقتادة یقولان: کانتا جمیعا، ففصل الله بینهما بهذا الهواء''

ترجمہ: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے،آپ فرماتے ہیں کہ اللہ عزوجل کا فرمان:''کیا کافروں نے یہ خیال نہ کیا کہ آسمان اور زمین ملے ہوئے تھے،تو ہم نے انہیں کھول دیا''یعنی زمین و آسمان ملے ہوئے تھے،تو اللہ عزوجل نے آسمان کو اوپر اٹھالیا اور زمین کو بچھادیا۔۔۔حضرت حسن اور قتادہ رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آسمان وزمین دونوں ایک ساتھ تھے،تو اللہ عزوجل نے ان دونوں کو ہوا سے جدا کردیا۔ (تفسیر طبری، جلد18، صفحہ431، مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

سائنس جسے آج نظریہ کی صورت میں پیش کرتا ہے اسلام اسے چودہ سو سال قبل ہی عقیدہ بنا چکا۔ سائنس جسے حادثہ کا نام دیتا ہے قرآن اسے تخلیق قرار دیتا ہے۔ حادثوں اور دھماکو میں تباہی و بربادی کا منظر ہوتا ہے لیکن تخلیق کی کرشمہ سازی یہ ہے کہ اگر نظام شمسی کے تعین میں ایک نقطہ کا یا ایک لحظہ کا فرق ہو جائے تو سائنس کا تسلیم شدہ نظریہ ہے کہ نظام کائنات تباہ ہو جائے گا بلکہ محض چاند کی مسافت یا گردش میں ذرا سا فرق آجائے تو دعویٰ ہے کہ زلزلے اور سونامیوں کا سلسلہ شروع ہو جائے گا، بھلا سوچیں کائنات کی یہ تنظیم اور حسن ترتیب حادثوں کی مرہون ہے یا تخلیق کی کرشمہ سازی۔ چودہ سو سال پہلے ہی کیا خوب دعویٰ قرآن نے پیش کر دیا۔

جس نے سات آسمان بنائے ایک کے اوپر دوسرا، تو رحمٰن کے بنانے میں کیا فرق دیکھتا ہے تو نگاہ اٹھا کر دیکھ تجھے کوئی رخنہ نظر آتا ہے، پھر دوبارہ نگاہ اٹھا، نظر تیری طرف ناکام پلٹ آئے گی تھکی ماندی۔ (سورہ ملک آیت ۳/۴)

•۔ اسی طرح ایک عرصہ تک یہ نظریہ رہا کہ زوجیت یعنی جوڑا صرف انسانوں اور حیوانوں میں ہوتا ہے، مگر بعد میں جدید سائنس اور جدید تحقیقات نے اسے رد اور باطل قرار دے کر یہ دعویٰ کیا کہ ہر چیز میں حتیٰ کہ برقی رو میں بھی جوڑے کا اعتبار (یعنی منفی و مثبت) ہوتا ہے، جبکہ شریعتِ مطہرہ نے سورۃ ذاریات کی آیت ۴۹ اور سورۃ یٰس کی آیت ۳۶ میں وقتِ نزول سے فرمادیا ہے: ﴿سُبْحَانَ الَّذِي خَلَقَ الْأَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْبِتُ الْأَرْضُ وَمِنْ أَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُونَ﴾ (یس:36)

پاکی ہے اسے جس نے سب جوڑے بنائے ان چیزوں سے جنہیں زمین اگاتی ہے، اور خود ان سے، اور ان چیزوں سے جن کی انہیں خبر نہیں۔

•اسی طرح جدید سائنس کا یہ بھی دعویٰ ہے کہ بچہ اپنی ماں کے پیٹ کے اندر تین باریک پردوں میں ہوتا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی مقدس کتاب میں پہلے سے یہ ارشاد فرمایا ہوا کہ ﴿يَخْلُقُكُمْ فِي بُطُونِ أُمَّهَاتِكُمْ خَلْقًا مِنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِي ظُلُمَاتٍ ثَلَاثٍ﴾ (الزمر:6)

تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹ میں بناتا ہے ایک طرح کے بعد اور طرح، تین اندھیریوں میں۔

ایسی درجنوں سائنسی تحقیقی مثالیں ہیں جو اسلام کی حقانیت پر گواہی دیتی ہیں، جن سے ہمارے ان نوجوانوں کو آگاہ ہونا چاہیے جو عصری علوم کی طرف جاتے ہیں تاکہ عصری علوم انھیں الحاد کا شکار نہ بنائیں۔ البتہ یہ حقیقت گرہ باندھنے لائق ہے کہ سائنس جو کہ رہا ہے وہی اسلام ہے کا دعویٰ غلط ہے کیونکہ سائنس کا نظریہ قابل رد و بدل ہے، اس میں تبدیلی ممکن ہے جبکہ اسلام اٹل حقیقت ہے۔



اسلامی تہذیب وتمدن کا عالمی اثر!

از: حافظ افتخار احمد قادری، پیلی بھیت، یوپی

متفرقات

انسانی تاریخ کے اوراق اس حقیقت کے شاہد ہیں کہ اقوامِ عالم کی ترقی، فکری بالیدگی اور تہذیبی ارتقاء میں مختلف تمدنوں نے اپنا اپنا کردار ادا کیا ہے۔ مگر! اگر سنجیدگی و دیانت داری اور غیر جانب داری کے ساتھ مطالعہ کیا جائے تو یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اسلامی تہذیب وتمدن نے انسانی معاشرے کی فکری، اخلاقی، علمی اور سماجی تشکیل میں جو عظیم الشان کردار ادا کیا ہے اس کی مثال تاریخِ عالم میں کم ہی ملتی ہے۔ اسلام ایک مذہب یا چند عبادات کا مجموعہ نہیں بلکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے جس نے فرد اور معاشرے دونوں کی اصلاح کے لیے جامع اصول اور دائمی ہدایات عطا کیں۔ جب اسلامی تعلیمات کے زیرِ سایہ ایک منظم تہذیب وتمدن نے جنم لیا تو اس نے نہ صرف عرب کی محدود سرزمین کو منور کیا بلکہ ایشیا و افریقہ اور یورپ تک اپنے اثرات کی شعاعیں پھیلا دیں۔ اسلامی تہذیب کی بنیاد دراصل قرآنِ کریم کی آفاقی تعلیمات اور رسول اکرم ﷺ کی عملی سیرت پر استوار ہے۔ قرآنِ حکیم نے انسان کو علم و تحقیق، تدبر و تفکر اور عدل و انصاف کی دعوت دی۔ اسی دعوتِ فکر نے مسلمانوں کے اندر وہ علمی و تحقیقی ذوق پیدا کیا جس کے نتیجے میں مختلف علوم و فنون نے حیرت انگیز ترقی کی۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "طلبُ العلم فریضةٌ علیٰ کلِّ مسلم" (سنن ابن ماجہ: 224)

ترجمہ: علم کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے۔

یہی وہ بنیادی اصول تھا جس نے مسلمانوں کو علمی میدان میں آگے بڑھنے کا حوصلہ دیا اور انہوں نے دنیا کو علم و حکمت کے ایسے خزانے عطا کیے جن سے بعد کی تہذیبوں نے بھی استفادہ کیا۔ اسلامی تہذیب کا سب سے نمایاں پہلو اس کی علمی و فکری

وسعت ہے۔ جب یورپ تاریکیوں کے عہدِ وسطیٰ میں جکڑا ہوا تھا اور علم و تحقیق کے دروازے بند ہو چکے تھے اس وقت بغداد، قرطبہ، دمشق اور قاہرہ جیسے علمی مراکز علم و فن کے آفتاب بن کر دنیا کو روشنی فراہم کر رہے تھے۔ عباسی دورِ حکومت میں بغداد کا بیت الحکمت دنیا کا سب سے بڑا علمی مرکز بن چکا تھا جہاں یونانی، ایرانی اور ہندی علوم کا عربی میں ترجمہ کیا گیا اور پھر مسلمانوں نے ان علوم کو نہ صرف محفوظ کیا بلکہ ان میں قابلِ قدر اضافہ بھی کیا۔ مورخین لکھتے ہیں کہ اسی علمی تحریک نے بعد میں یورپ میں نشاۃِ ثانیہ کی بنیاد فراہم کی۔ طب، ریاضی، فلکیات، فلسفہ، کیمیا اور جغرافیہ جیسے علوم میں مسلمانوں کی خدمات تاریخ کا ناقابلِ تردید باب ہیں۔ ابو علی ابنِ سینا کی شہرہ آفاق تصنیف "القانون فی الطب" کئی صدیوں تک یورپ کی جامعات میں طب کی بنیادی کتاب کے طور پر پڑھائی جاتی رہی۔ اسی طرح محمد بن موسیٰ الخوارزمی نے علمِ الجبرا کی بنیاد رکھی اور ان کی کتاب الجبر والمقابلہ نے ریاضی کے میدان میں انقلاب برپا کیا۔ فلکیات کے میدان میں البیرونی اور عمر خیام کی تحقیقات نے کائناتی علوم کو نئی جہتیں عطا کیں۔ مشہور مغربی مورخ ول ڈیورانٹ اپنی کتاب The Story of Civilization میں لکھتے ہیں :

" اگر مسلمانوں کی علمی خدمات نہ ہوتیں تو یورپ کی نشاۃ ثانیہ صدیوں تک مؤخر ہو جاتی "

اسلامی تہذیب کا اثر صرف علوم و فنون تک محدود نہیں رہا بلکہ اس نے انسانی معاشرت، اخلاقیات اور سماجی نظم و نسق کو بھی گہرائی کے ساتھ متاثر کیا۔ اسلام نے مساواتِ انسانی کا وہ تصور پیش کیا جو اس سے پہلے کسی تہذیب میں اس وضاحت کے ساتھ موجود نہیں تھا۔ قرآن کریم اعلان کرتا ہے:

يٰٓأَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنٰكُم مِّن ذَكَرٍ وَّأُنثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوبًا وَّقَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوا (الحجرات:13)

اے لوگو! ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہیں مختلف قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچانو۔

اس آفاقی پیغام نے نسل و رنگ اور قومیت کی بنیاد پر قائم امتیازات کو چیلنج کیا اور انسانیت کے لیے مساوات و اخوت کا نیا باب کھولا۔ اسلامی تہذیب کی ایک اور نمایاں خصوصیت عدل و انصاف کا وہ مضبوط نظام ہے جس نے حکمران اور محکوم دونوں کو قانون کے سامنے برابر قرار دیا۔ خلافتِ راشدہ کا دور اس سلسلے میں مثالی حیثیت رکھتا ہے۔ حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا یہ تاریخی جملہ کہ :"متى استعبدتم الناس وقد ولدتهم أمهاتهم أحرارًا "۔"تم نے کب سے لوگوں کو غلام بنانا شروع کر دیا جبکہ ان کی ماؤں نے انہیں آزاد پیدا کیا ہے" اسلامی نظامِ عدل کی روشن مثال ہے۔

اسلامی تہذیب نے فنونِ لطیفہ اور فنِ تعمیر میں بھی بے مثال اثرات چھوڑے۔ اندلس کی مسجدِ قرطبہ، غرناطہ کا قصرِ الحمراء اور ہندوستان کی تاج محل جیسی عمارتیں اسلامی فنِ تعمیر کی عظمت کی گواہ ہیں۔ اسلامی فنِ تعمیر میں حسنِ تناسب، جمالیاتی لطافت اور روحانی وقار کا حسین امتزاج پایا جاتا ہے جو دنیا کی دیگر تہذیبوں میں کم ہی نظر آتا ہے۔ مزید برآں اسلامی تہذیب نے تعلیم

کے فروغ میں بھی بنیادی کردار ادا کیا۔ مساجد صرف عبادت گاہیں نہیں تھیں بلکہ وہ علمی مراکز کی حیثیت رکھتی تھیں۔ جامعہ ازہر (مصر) اور جامعہ قرویین (مراکش) جیسی جامعات دنیا کی قدیم ترین تعلیمی درسگاہوں میں شمار ہوتی ہیں۔ یہاں سے فارغ التحصیل علماء اور دانشوروں نے دنیا کے مختلف خطوں میں علم و حکمت کے چراغ روشن کیے۔

اسلامی تہذیب کی وسعت اور اثر پذیری کا ایک اہم پہلو اس کی رواداری اور مذہبی ہم آہنگی ہے۔ اسلامی تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ مسلمانوں نے جہاں بھی حکومت کی وہاں غیر مسلم اقلیتوں کو مذہبی آزادی اور سماجی تحفظ فراہم کیا۔ اندلس کی مثال اس ضمن میں خاص طور پر قابلِ ذکر ہے جہاں مسلمان، عیسائی اور یہودی ایک ہی معاشرے میں علمی اور ثقافتی ترقی کے سفر میں شریک رہے۔ مغربی مفکرین نے بھی اسلامی تہذیب کی ان خدمات کا اعتراف کیا ہے۔ مشہور فرانسیسی مستشرق گوستاولی بون اپنی کتاب The Civilization of the Arabs میں لکھتے ہیں:

"یورپ نے تہذیب کے میدان میں مسلمانوں سے بہت کچھ سیکھا ہے اور یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ جدید یورپی تہذیب کی بنیاد اسلامی علوم اور اسلامی تمدن کے اثرات پر قائم ہے"۔

اسی طرح انگریز مؤرخ مونٹگمری واٹ لکھتے ہیں:

"مسلمانوں نے صرف قدیم علوم کو محفوظ نہیں رکھا بلکہ انہیں ترقی دے کر دنیا کے سامنے پیش کیا "

مختصر یہ کہ اسلامی تہذیب و تمدن انسانی تاریخ کا ایک ایسا روشن باب ہے جس نے علم، اخلاق، معاشرت، سیاست اور ثقافت کے میدان میں گہرے اور دیرپا اثرات مرتب کیے۔ یہ تہذیب صرف ماضی کی ایک یادگار نہیں بلکہ آج بھی اپنی آفاقی تعلیمات کے ذریعے انسانیت کے لیے ہدایت اور رہنمائی کا سرچشمہ ہے۔ اگر آج کا انسان تعصب اور تنگ نظری سے بالاتر ہو کر اسلامی تہذیب کے اصولوں کا مطالعہ کرے تو اسے معلوم ہو گا کہ اسلام نے نہ صرف ایک عظیم تہذیب کو جنم دیا بلکہ انسانیت کو فکری آزادی، اخلاقی پاکیزگی اور سماجی عدل کا وہ منشور عطا کیا جو ہر دور میں قابلِ عمل اور قابلِ تقلید ہے۔ آج کے دور میں ضروری ہے کہ مسلمان اپنی اس عظیم علمی و تہذیبی میراث کو از سرِ نو سمجھیں اور اسے عملی زندگی میں نافذ کریں۔ کیونکہ جب تک مسلمان اپنی اصل تہذیبی روح سے وابستہ رہے دنیا کی قیادت انہی کے ہاتھ میں رہی اور جب انہوں نے اس سے غفلت برتی تو زوال ان کا مقدر بن گیا۔ لہٰذا! اسلامی تہذیب و تمدن کا حقیقی احیاء اسی وقت ممکن ہے جب مسلمان قرآن و سنت کی تعلیمات کو اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا محور بنالیں۔

یادرکھیں کہ! اسلامی تہذیب و تمدن کی یہ درخشاں داستان ماضی کی یادگار نہیں بلکہ ایسا عظیم الشان سرمایہ ہے جس نے کبھی دنیا کی فکری و علمی اور اخلاقی قیادت اپنے ہاتھوں میں رکھی تھی۔ مگر تاریخ کا یہ بھی ایک تلخ پہلو ہے کہ جس امت نے کبھی علم و حکمت کے چراغ روشن کیے تھے آج وہی امت فکری انتشار، اخلاقی زوال اور تہذیبی کمزوری کا شکار نظر آتی ہے۔ یہ سوال

نہایت اہم اور فکر انگیز ہے کہ آخر وہ کون سی وجوہات ہیں جن کی بنا پر مسلمان اس عظمت اور سعادت سے محروم ہو گئے جس کے وہ کبھی امین اور وارث تھے؟ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کے زوال کا بنیادی سبب اسلام کی تعلیمات سے تدریجی دوری ہے۔ جب تک مسلمان قرآن و سنت کو اپنی زندگی کا مرکز و محور بنائے ہوئے تھے ان کے اندر علم کی طلب، کردار کی پختگی، عدل کی پاسداری اور اخلاص کی روشنی موجود تھی۔ ان کی فکر میں وسعت، ان کے کردار میں دیانت اور ان کے عمل میں ذمہ داری کا احساس پایا جاتا تھا۔ مگر جب انہوں نے اپنے اس اصل سرچشمہ ہدایت سے غفلت برتنی شروع کر دی تو ان کے اندر سے وہ روحانی قوت بھی کمزور پڑنے لگی جس نے انہیں دنیا کی قیادت کے مقام تک پہنچایا تھا۔ قرآن کریم نے اسی حقیقت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا": إِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوا مَا بِأَنْفُسِهِمْ "
اللہ کسی قوم کی حالت نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنے اندر تبدیلی پیدا نہ کرے۔

اس آیت میں مسلمانوں کے عروج وزوال کا ایک واضح اصول بیان کر دیا گیا ہے کہ جب قومیں اپنی اصل اقدار سے دور ہو جاتی ہیں تو ان کا زوال ناگزیر ہو جاتا ہے۔

مسلمانوں کی موجودہ پسماندگی کا ایک بڑا سبب یہ بھی ہے کہ انہوں نے علم و تحقیق کی اس روایت کو ترک کر دیا جو کبھی ان کی پہچان ہوا کرتی تھی۔ تاریخ گواہ ہے کہ مسلمان جب تک علم کو عبادت سمجھ کر حاصل کرتے رہے، دنیا کے علمی افق پر ان کا آفتاب روشن رہا۔ مگر جب انہوں نے علم کی جگہ محض ظاہری تفاخر اور داخلی اختلافات کو اہمیت دینا شروع کر دی تو ان کے علمی مراکز بھی زوال کا شکار ہو گئے۔ اس کے نتیجے میں وہ قومیں جنہوں نے کبھی مسلمانوں سے علم سیکھا تھا آج ترقی کے میدان میں ان سے بہت آگے نکل چکی ہیں۔ اسی طرح اخلاقی انحطاط اور باہمی تفرقہ بھی مسلمانوں کی کمزوری کا ایک بڑا سبب ہے۔ اسلام نے مسلمانوں کو اخوت و اتحاد اور باہمی احترام کا درس دیا تھا مگر افسوس کہ آج امتِ مسلمہ فرقہ وارانہ تعصبات، باہمی دشمنیوں اور ذاتی مفادات کی کشمکش میں مبتلا دکھائی دیتی ہے۔ جب ایک قوم کے افراد باہمی محبت اور اتحاد سے محروم ہو جائیں تو وہ اپنی اجتماعی قوت بھی کھو بیٹھتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج مسلمان تعداد میں کثرت کے باوجود اثر و نفوذ کے اعتبار سے کمزور دکھائی دیتے ہیں۔ تاہم یہ حقیقت بھی پیشِ نظر رہنی چاہیے کہ اسلام کی تعلیمات آج بھی اسی طرح زندہ و تابندہ ہیں جس طرح چودہ سو سال پہلے تھیں۔ قرآن کریم آج بھی انسانیت کو ہدایت کی دعوت دے رہا ہے اور رسول اکرم ﷺ کی سیرت آج بھی عملی زندگی کے لیے بہترین نمونہ ہے۔ اس لیے یہ کہنا درست نہ ہو گا کہ اسلامی تہذیب کا دور ختم ہو چکا ہے بلکہ حقیقت یہ ہے کہ اس تہذیب کی روح آج بھی زندہ ہے صرف ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلمان خود اس کی طرف رجوع کریں اور اپنی زندگیوں کو اس کے اصولوں کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں۔ اگر مسلمان آج بھی اخلاصِ نیت کے ساتھ قرآن و سنت کی تعلیمات کو اپنی زندگی کا حصہ بنالیں، علم و تحقیق کو اپنا شعار بنالیں، اخلاق و کردار کی بلندی کو اپنا مقصد قرار دے لیں اور باہمی اتحاد و اخوت

کو فروغ دیں تو وہ دوبارہ دنیا میں عزت و وقار حاصل کر سکتے ہیں۔ تاریخ اس بات کی گواہ ہے کہ جب بھی مسلمانوں نے اپنے دین کی اصل روح کو اپنایا، اللہ تعالیٰ نے انہیں عزت و سربلندی عطا فرمائی۔ لیکن جب انہوں نے اس سے غفلت برتی تو زوال ان کا مقدر بن گیا۔ لہٰذا! آج مسلمان کے لیے ضروری ہے کہ وہ ماضی کی عظمت پر محض فخر کرنے کے بجائے اس سے سبق حاصل کرے۔ اسلامی تہذیب کا حقیقی احیاء اسی وقت ممکن ہے جب مسلمان اپنی انفرادی اور اجتماعی زندگی کو قرآن و سنت کے سانچے میں ڈھالنے کی سنجیدہ کوشش کریں۔ یہی وہ راستہ ہے جو انہیں دوبارہ علم و حکمت کی قیادت، اخلاقی برتری اور تہذیبی وقار کے مقام تک پہنچا سکتا ہے۔ اگر مسلمان اس حقیقت کو سمجھ لیں اور اپنی عملی زندگی میں اس کا مظاہرہ کریں تو بعید نہیں کہ ایک بار پھر دنیا اسلامی تہذیب کی روشنی سے منور ہو جائے اور انسانیت کو عدل و امن اور اخلاق کی وہ نعمت میسر آئے جس کا خواب آج کا مضطرب اور بے چین عالم دیکھ رہا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

اعلان برائے طلبہ و طالبات

معزز قارئین--سلام مسنون

ماہنامہ الغوث اپنے قارئین، خصوصاً طلبہ و طالبات کے لیے یہ خوشخبری پیش کرتا ہے کہ اب اس ماہنامہ میں **"جہانِ علم"** کے نام سے ایک نئے کالم کا باقاعدہ آغاز کیا جا رہا ہے۔

یہ کالم طلبہ و طالبات کی علمی و ادبی صلاحیتوں کو اجاگر کرنے کے لیے مخصوص ہوگا، جس میں ان کے منتخب مضامین، تاثرات اور فکر انگیز تحریریں شامل کی جائیں گی۔ اس پلیٹ فارم کے ذریعے طلبہ کو نہ صرف اپنی بات مؤثر انداز میں پیش کرنے کا موقع ملے گا بلکہ ان کی تحریری صلاحیتوں میں نکھار اور اعتماد میں بھی اضافہ ہوگا۔

تمام طلبہ و طالبات سے گزارش ہے کہ آپ اپنے مضامین ہمیں ارسال کریں تاکہ انہیں شائع کرکے آپ کی حوصلہ افزائی کی جا سکے۔ اللہ تعالیٰ اس کاوش کو کامیاب فرمائے۔ آمین۔

نوٹ: طلبہ و طالبات اپنے قیمتی مضامین ہمیں درج ذیل واٹس ایپ نمبر یا ای میل پر ارسال کریں۔

09661300865 ssasdaque@gmail.com



معاشرے کی تعمیر میں طلبہ کا کردار

از: مولانا آصف جمیل امجدی، گونڈہ

متفرقات

عزیز طلبہ! اس موضوع کی سرخی (عنوان) کو دیکھتے ہی شاید آپ کے لبوں پر شیریں مسکان آجائے، کیوں کہ کہاں میں علم کا طلب گار اور کہاں معاشرے کی درستگی اور صالح اقدام، یہ تو معمر، تجربہ کار پڑھے لکھے لوگوں کا کام ہے۔ مجھ طالب علم کا معاشرے کی درستگی اور غیر درستگی سے کیا لینا دینا؟ لیکن حقیقت یہی ہے کہ ہر دہر میں اہلِ دانش کی ایک بڑی جماعت آپ ہی لوگوں کو "ملک کا سپاہی" کہہ رہی ہے۔ یہ لفظ بتا رہا ہے کہ اہلِ وطن کو آپ پر بہت ناز ہے۔ معاشرے کی بہتری اور اس کے روشن مستقبل کا سہرا آپ کے سر سجتا ہوا اہلِ وطن دیکھنا چاہتے ہیں۔ کہیں کج فہمی کا شکار ہو کر احساسِ کمتری کے عمیق گڑھے میں نہ چلے جانا۔

کیا آپ نے اپنی جواں مردی اور جانبازی کی تابناک داستان کو بھلا دیا؟ جس ملکِ عزیز (ہندوستان) میں آج لوگ آزادی کی سانس لے رہے ہیں، یہ کسی ایرے غیرے کی مرہونِ منت نہیں ہے، بلکہ سر پر کفن باندھ کر نکلنے والے ظالم (انگریز قوم) طاقتوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر اپنی ہمت و استقلال کا مظاہرہ کرنے والوں کی بدولت ہے، جنھوں نے انگریزوں کو ملکِ ہندوستان چھوڑنے پر مجبور کر دیا تھا۔ وہ آپ تھے، آپ میرے بچو!

عقابی روح جب بیدار ہوتی ہے جوانوں میں
نظر آتی ہے ان کو اپنی منزل آسمانوں میں

عزیز طلبہ! میں تو آپ کو معاشرے کا تانا بانا اور ریڑھ کی ہڈی شمار کر رہا ہوں، یعنی ریڑھ کی ہڈی سلامت ہو تو پورا بدنِ انسانی سلامت، یوں ہی اگر آپ درست ڈگر پر ہیں تو پورا معاشرہ روشن و تابناک ہے۔

عزیز طلبہ! آیئے میں آپ کو بتاؤں کہ آخر "معاشرہ کسے کہتے ہیں" جس کی صالح تعمیرات کے لیے آپ کے دوشِ ناتواں کا انتخاب کیا گیا ہے۔ کبھی آپ کو معاشرے کی ریڑھ کی ہڈی کہا جاتا ہے تو کبھی اس کے تانے بانے بُننے کی ذمہ داریاں آپ کے سر ڈال دی جاتی ہیں۔

معاشرہ کسے کہتے ہیں؟

معاشرہ افراد کے ایسے گروہ کو کہا جاتا ہے جو اس اصول و ضوابط پر کماحقہٗ آپس میں رہائش پذیر ہوں کہ ان کے مفادات مشترک ہوں۔

عزیز طلبہ! آپ نے معاشرے کی تعریف ملاحظہ فرمالی۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کو ضرور یہ فکر لاحق ہوگی کہ آخر صالح معاشرے کی تعمیر میں مجھے کون سے اقدامات کرنے پڑیں گے۔ اس کے لیے آپ کو محنت، لگن اور دل جمعی کے ساتھ حصولِ تعلیم میں منہمک ہونا ہے، اسی کے ساتھ اپنی اخلاقیات کی اصلاح بھی کرتے رہنا ہے، کیونکہ اگر آپ کے اخلاق بہتر نہیں رہے تو لاکھ کوشش اور شب و روز جتن کرلیں، کبھی صالح معاشرہ بن ہی نہیں سکتا۔

تعلیم معاشرے کی بنیادی ضرورت ہے:

یہ حقیقت اظہر من الشمس ہے کہ تعلیم انسان کی بنیادی ضرورت ہے۔ جس طرح زندگی گزارنے کے لیے طلبِ معاش اور کسبِ معاش ضروری ہے، اسی طرح ایک بہترین اور مہذب معاشرے کی تشکیل کے لیے تعلیم ضروری ہے۔ تعلیم و تعلم سے عاری معاشرہ تہذیب و ثقافت، سنجیدگی و متانت اور ادبی چاشنی سے محروم ہوتا ہے۔

تعلیم وہ بنیادی شے ہے جو انسان کو جینے کا سلیقہ اور بود و باش کا طریقہ سکھاتی ہے۔ تعلیم انسان کو معرفتِ خداوندی اور اسرارِ عالم سے واقف کراتی ہے اور علم کی روشنی ان رازہائے سربستہ کو آشکار کرنے میں معاون و مددگار ثابت ہوتی ہے جو انسان کو ترقی کے اعلیٰ معیار پر پہنچاتے ہیں۔ تعلیم کی قدر و قیمت ہر دور اور ہر زمانے میں مسلم رہی ہے اور اصحابِ علم و کمال ہر قرن و صدی میں عزت و تکریم کے مستحق تصور کیے جاتے رہے ہیں۔ یہ کہنا بھی غلط نہ ہوگا کہ صالح معاشرے کی تعمیر میں سب سے اہم ذریعہ تعلیم ہی ہے، اور یہ ہماری سماجی اور معاشی حیثیت کو بھی بہتر بناتی ہے۔ تعلیم انسان کے علم، ہنر، شخصیت اور رویے کو نکھارتی ہے جس سے صالح معاشرے کی تشکیل بآسانی ہو جاتی ہے۔

صالح معاشرے کے لیے تعلیم کی اہمیت و ضرورت:

تعلیم خوراک کی طرح ہی انسان کے لیے ضروری ہے۔ آج کے دور میں تعلیم کے بغیر کامیابی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ تعلیم کسی بھی قوم کی سماجی و اقتصادی ترقی کے لیے کافی اہم ہوتی ہے۔ تعلیم ایک فرد کو کام کرنے اور زندگی میں سبقت حاصل کرنے کے لیے بہتر سہولیات فراہم کرتی ہے۔ یہ ایک صحیح راستہ دکھا کر انسان کو کامیابی کی طرف لے جاتی ہے اور یوں وہ اعلیٰ خود اعتمادی حاصل کرتا ہے اور خوشگوار زندگی سے لطف اندوز ہوتا ہے۔

دوسری طرف ان پڑھ لوگ احساسِ کمتری کا شکار ہو جاتے ہیں اور زندگی میں کبھی کامیاب نہیں ہو پاتے۔ ایک تعلیم یافتہ قوم اپنی نئی نسل کی پرورش ایک ان پڑھ قوم سے کہیں بہتر کر سکتی ہے۔ پڑھے لکھے لوگ اپنی قوم کی خوشحالی میں کافی اہم کردار ادا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ تعلیم ایک مضبوط اور مستحکم قوم کا ستون ہوتی ہے۔

عزیز طلبہ! تعلیم ہمارے خیالات کو بھی تبدیل کرتی ہے۔ زندگی میں ہمیں کئی مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے لیکن تعلیم ان مشکلات سے نمٹنے میں ہماری مدد کرتی ہے۔ تعلیم ہمارے معاشرے سے مختلف برائیوں جیسے جرائم اور ناانصافی وغیرہ کو بھی دور کرتی ہے۔ مجموعی طور پر ہم اپنی زندگی میں تعلیم کی اہمیت سے انکار نہیں کر سکتے۔

معاشرے کے لیے تعلیم کے فوائد:

عزیز طلبہ! اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ معاشرے اور قوم کی ترقی کا دار و مدار تعلیم پر منحصر ہوتا ہے۔ صرف ایک تعلیم یافتہ طبقہ ہی بہتر معیارِ زندگی کی قیادت کر سکتا ہے۔ پائیدار ترقی، ٹیکنالوجی کا نفاذ اور تعمیری سیاسی و سماجی تبدیلی صرف تعلیم سے ہی ممکن ہے۔ لٰہذا یہ معاشرے کی اصلاح اور تعمیر میں بھی کافی معاون ہوتی ہے۔

تعلیم زندگی کے ہر شعبے میں اہمیت کی حامل ہوتی ہے۔ اس کی کمی انسان کو مجرمانہ سرگرمیوں کی طرف دھکیل دیتی ہے۔ آپ کا غلط کاموں میں ملوث ہونا نہ صرف آپ کی زندگی کو متاثر کرتا ہے بلکہ یہ پلید قدم جو آپ نے اٹھایا ہے ایک معاشرے کے بھی زوال کا سبب بنتا ہے۔ پھر آپ کے سارے خواب جو صالح معاشرے کے لیے بُن رہے ہو اور اس کے لیے شب و روز کاوش کر رہے ہو سب بے سود ہو جائیں گے۔

عزیز طلبہ! تعلیم سے ملک میں امن و امان برقرار رکھنے میں مدد ملتی ہے۔ اچھی تربیت یافتہ اور تعلیم یافتہ قوم قانون شکنی کے بجائے قانون کی پاسداری کو فروغ دیتی ہے۔ اس طرح معاشرے کا امن و امان برقرار رہتا ہے۔ دوسری طرف ان پڑھ لوگ نہ صرف قانون شکنی کرتے ہیں بلکہ اپنی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے چوری، ڈکیتی، قتل و غارت جیسی دیگر مجرمانہ سرگرمیوں کو بھی فروغ دیتے ہیں، جو کہ بالآخر معاشرے میں امن و امان کی خرابی کا باعث بنتا ہے۔

معاشرے میں طلبہ کا حقیقی کردار کیسا ہونا چاہیے:

عزیز طلبہ! معاشرے میں جو نمایاں اور شفاف کردار آپ لوگوں نے نبھایا ہے، شاید ایسا کسی نے نبھایا ہو گا۔ میری نظر میں تو دور دور تک کہیں ایسا شخص نظر نہیں آتا جیسا معاشرے کی تعمیر میں آپ طلبہ کا کردار رہا ہے۔

اصحابِ صفہ جن کے معلم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ آپ دیکھیں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کے کردار کو جنہوں نے مفسرِ قرآن اور حبر الامۃ بن کر علم کی شمع روشن کی۔ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ جن کو امیر المؤمنین فی الحدیث کا لقب ملا اور

مسلمانوں کے محبوب قرار پائے۔ آپ دیکھیں ابن عمر رضی اللہ عنہ کو جو اس امت کے فقیہ، محدث، مفتی اور علم و حکمت کے دریائے بے بہا تھے۔ آپ دیکھیں بلال بن رباح رضی اللہ عنہ کو جو مؤذنِ رسول بنے۔

یہ مقدس جماعت آخر کون ہیں؟ عزیز طلبہ! یہ کوئی اور نہیں بلکہ یہ کسی زمانے میں طالب علم تھے۔ لیکن علم کو اس قدر محنت و لگن سے حاصل کیا کہ آج معاشرے کی تعمیر میں ان طلبہ کا نمایاں کردار ہے۔

کیونکہ طالب علم معاشرے کا وہ طبقہ ہے جو علمی بنیادوں کو استوار کرتا ہے تاکہ اس پر عمل کا قلعہ تعمیر کرے جو نورِ علم سے تنویر حاصل کرتا ہے تاکہ اس سے قوم کو راستہ دکھائے۔ معاشرے میں طلبہ کا کردار انتہائی اہم ہوتا ہے۔ طالب علم قوم کا قیمتی سرمایہ ہوتے ہیں، اپنے معاشرے کا مغزِ فرد ہوتے ہیں، اپنے سماج کا آئینہ ہوتے ہیں اور سوسائٹی کا عظیم اثاثہ ہوتے ہیں۔

معاشرے کی نشوونما، معاشرے کی بقا، اس کی صلاح و فلاح، اس کا مستقبل انہی کے دامن سے وابستہ ہوتا ہے۔ طلبہ خوبصورت معاشرے کے معمار بھی بن سکتے ہیں اور اسے مسمار بھی کرسکتے ہیں۔ اگر طلبہ کا ذہن گمراہ ہوجائے تو سارا معاشرہ گمراہ ہوجائے گا۔ اگر طلبہ کا ذہن روشن نہ ہو تو معاشرے کا دماغ کبھی روشن نہیں ہوسکتا۔ اگر طلبہ کا کردار غلط ہو تو قوم کا کردار بھی صحیح نہیں ہوسکتا۔ معاشرے کی ذہنی نشوونما اور فکری ارتقا کا دارومدار طلبہ پر ہے۔ الغرض معاشرے کی تابناکی و تاریکی دونوں انہی کے حال پر منحصر ہوتے ہیں۔ طلبہ معاشرے کے لیے ہیرو کا رول بھی ادا کرسکتے ہیں اور ولن کا بھی۔ اس لیے عزیز طلبہ! وقت کا تقاضا یہ ہے کہ آپ اپنی صلاحیتوں کو صحیح سمت میں استعمال کریں، علم و عمل کو اپنا شعار بنائیں اور اپنے کردار کو ایسا روشن کریں کہ آپ کے وجود سے معاشرہ منور ہوجائے۔ اور آپ کی ذات اس شعر کی آئینہ دار بن جائے؎

ایسے رہا کرو کہ ، کریں لوگ آرزو
ایسا چلن چلو کہ، زمانہ مثال دے

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

حدیث

حضرت عَمرو بن میمون اَوْدِی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسولُ اللہ صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم نے ایک شخص کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: پانچ کو پانچ سے پہلے غنیمت جانو؛ جوانی کو بڑھاپے کے آنے سے پہلے، تندرستی کو بیمار ہونے سے پہلے، مالداری کو تنگدستی سے پہلے، فراغت کو مشغولیت سے پہلے اور زندگی کو موت آنے سے پہلے۔

(المستدرک، 5/435، حدیث:7916)



از: حافظ افتخار احمد قادری، پیلی بھیت، یوپی

ماں ایک عظیم خاتون

باسمہ تعالیٰ

ماں ایک باشعور اور عظیم خاتون ہے۔ جو بچوں کی زندگی میں بادِ صبا کی مانند ہے۔ جو اولاد کے لیے طرح طرح کی تکلیفیں اٹھاتی ہے۔ جو اپنی اولاد کی خاطر اپنی آرزوؤں کا گلا گھونٹ دیتی ہے، اپنی خواہشات کو خاک میں ملا دیتی ہے، اپنی خوشیوں کا جنازہ نکال دیتی ہے۔ جو خود نہیں کھاتی اور اپنے بچوں کو کھلاتی ہے۔ لیکن آج معاشرے میں ایسے ایسے نوجوان پیدا ہوئے ہیں جو اپنی ماں کو گالیاں دیتے ہیں۔ برا بھلا کہتے ہیں۔ مارتے ہیں۔ یہاں تک کہ اس کے خود کے گھر سے بھگا دیتے ہیں۔

شاید انہی لوگوں کے لیے اللہ رب العزت نے قرآن مجید میں ارشاد فرمایا: وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ لَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَیْــٴًـا وَّ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّ بِذِی الْقُرْبٰى وَ الْیَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِیْنِ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰى وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَ الصَّاحِبِ بِالْجَنْۢبِ وَ ابْنِ السَّبِیْلِۙ وَ مَا مَلَكَتْ اَیْمَانُكُمْؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَاۙ (سورہ نساء 36)

اور اللہ کی بندگی کرو اور اس کا شریک کسی کو نہ ٹھہراؤ اور ماں باپ سے بھلائی کرو اور رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور پاس کے ہمسائے اور دور کے ہمسائے اور کروٹ کے ساتھی اور راہ گیر اور اپنی باندی غلام سے بے شک اللہ کو خوش نہیں آتا کوئی اترانے والا بڑائی مارنے والا۔

اس آیتِ کریمہ میں اللہ رب العزت نے سب سے اہم فریضہ والدین کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم دیا ہے پھر خویش و اقارب ہیں۔ دوسری جگہ ارشادِ ربانی ہے: وَ قَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًاؕ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّ لَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِیْمًا

اور تمہارے رب نے حکم فرمایا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر تیرے سامنے ان میں سے کوئی ایک یا دونوں بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان سے اُف تک نہ کہنا اور انہیں نہ جھڑکنا اور ان سے خوبصورت، نرم بات کہنا۔

محترم قارئین! آپ کے ذہن میں یہ سوال ابھرے گا کہ آخر ایسا کیوں کر ہے؟ وہ بھی تو انسان ہے مگر اتنی تاکید کیوں دی جارہی ہے کہ تم اسے اف تک نہ کہو؟ جب یہ سوال آپ کے ذہن میں ابھرے گا تو ماں کا لطف و کرم آپ سے سوال کرے گا کہ بیٹا بھول گئے کیا؟ وہ میں ہی ہوں جس نے تمہیں اپنے جگر کے خون کا دودھ بنا کر پلایا۔ وہ میں ہی ہوں جب تو بستر پر پیشاب کردیا کرتا تھا تو میں تمہیں دوسری جانب سلادیا کرتی اور جب تو دوسری جانب بھی پیشاب کردیا کرتا تو میں تمہارے پیشاب کیے ہوئے جگہ پر سو جایا کرتی تھی اور تجھے اپنے سینے پر سلایا کرتی تھی۔ بیٹا! وہ میں ہی ہوں جو تمہیں اپنے شکم میں نو مہینے تک بوجھ اُٹھائے لیے پھرتی رہی اور تمہارے وزن سے ہونے والے درد کو برداشت کرتی رہی۔

اپنی ماں سے جھوٹی محبت کرنے والو! اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو کہ آج ہمارے سینوں میں اپنی ماں کے لیے کتنی محبت ہے؟ انہوں نے گلشنِ قلب میں کتنے پھول کھلائے ہیں پھر بھی ہم ان کے احسانات، شفقتوں اور محبتوں کے بدلے میں ہم ان کے ساتھ کیا سلوک کرتے ہیں؟ ہم میں سے اکثر و بیشتر لوگ اپنے والدین کی نافرمانی کرتے اور اُنہیں تکلیف دیتے ہیں۔ اپنے والدین کی محبت کے لگائے ہوئے چمن کے پھولوں کو قدموں سے مسل دیتے ہیں پھر بھی ایک ماں اپنے بیٹے کو کبھی بددعا نہی دیتی۔ اگر کچھ کہتی بھی ہے تو دل سے نہیں کہتی بلکہ خداوند قدوس سے یہی دعا کرتی ہے کہ اے میرے رب! تو ہمارے لعل کو، تو ہمارے لختِ جگر کو، نورِ نظر کو ہدایت کے ساتھ ہمیشہ سکون و راحت کی زندگی عطا فرما۔

دوسرے مقام پر ارشادِ ربانی ہے، جس میں اللہ رب العزت نے اپنے ساتھ والدین کا بھی شکر ادا کرنے کا حکم دیا دیا ہے: اَنِ اشْكُرْ لِيْ وَلِوَالِدَيْكَ ؕ ترجمہ: میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کرو۔

دوسری جگہ ارشادِ خداوندی ہے: وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِیَّاهُ وَبِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا ؕ

تیرے رب نے فیصلہ کر دیا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین کے ساتھ احسان کرو۔

حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے: جاء رجل الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم من احق الناس بحسن صحبتی قال امك قال ثم من قال امك قال ثم من قال امك قال ثم من قال ابوك. (متفق علیہ)

ترجمہ: ایک آدمی آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پاس آیا، عرض کیا، یارسول اللہ! لوگوں میں سب سے زیادہ حسن سلوک کا مستحق کون ہے؟ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تیری ماں۔ پھر کون؟ فرمایا تیری ماں۔ پھر کون؟ اسی طرح تین مرتبہ آپ نے ماں فرمایا۔ چوتھی بار فرمایا کہ تیرا باپ۔

یہاں پر غور کرنے کی بات ہے کہ آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ماں کا مرتبہ باپ سے تین گنا زیادہ فرمایا ہے کیوں کہ ماں ہی ایک ایسی ہستی ہے جس کے پیروں تلے جنت ہے- آج ہم اس ماں کو جس کو اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے باپ کے مدمقابل تین گنا زیادہ مرتبہ دیا ہے، اس کو گالی دیتے ہیں اور مار پیٹ کر گھر سے بھگا دیتے ہیں-

اے نافرمان اولاد! افسوس ہے تم پر کہ تم نے ماں کو اس کے خود کے گھر سے بھگا دیا- دوسری جگہ حضورِ اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں: رغم انف ثم رغم انف ثم رغم انف من ادرك أبويه عند الكبر احدهما او كليهما فلم يدخل الجنه. (رواہ مسلم)

ترجمہ: (اس شخص کی) ناک خاک آلود ہو گئی، پھر (اس کی) ناک خاک آلود ہو گئی۔ "پوچھا گیا: اللہ کے رسول! وہ کون شخص ہے؟ فرمایا" : جس نے اپنے ماں باپ یا ان میں سے کسی ایک کو یا دونوں کو بڑھاپے میں پایا تو (ان کی خدمت کر کے) جنت میں داخل نہ ہوا۔"

والدین کے ساتھ بدسلوکی کرنے والو! آگاہ ہو جاؤ کہ کلمہ شہادت پڑھنا نصیب نہ ہو گا- حضرتِ عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ بستر مرگ پر تھے، سرکارِ دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا آخری دیدار کرنا چاہتے تھے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ کے سرہانے جاکر فرمایا: اے عبد اللہ پڑھ اشهد ان لا اله الا الله. مگر وہ نہیں پڑھ سکے- آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اسی طرح تین مرتبہ پڑھنے کو فرمایا، مگر وہ نہ پڑھ سکے- آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی بیوی سے پوچھا کہ دنیا میں ان کے اعمال کیسے تھے اور ان کا مشغلہ کیا تھا؟ جواب دیا یارسول اللہ! اللہ کی قسم! جب سے انہوں نے مجھ سے نکاح کیا ہے، میں نہیں جانتی کہ سرکار علیک التحیۃ والثناء کے پیچھے، ان کی کوئی نماز چھٹی ہو- ہاں ان کی ماں ان سے ناراض ہے۔

آپ نے ان کی والدہ کو طلب کیا اور ان کی والدہ سے فرمایا، اے ضعیفہ! اگر تم اپنے بیٹے کو معاف کر دو گی تو تمہارا حق میرے ذمہ ہے۔ اس ضعیفہ نے عرض کی یارسول اللہ! آپ اور آپ کے اصحاب گواہ ہیں کہ میں نے اسے معاف کر دیا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حضرت عبد اللہ سے کلمہ شہادت پڑھواتے ہیں اور حضرت عبد اللہ کی زبان سے کلمۂ شہادت کے کلمات ادا ہوتے ہی ان کی روح قفس عنصری سے پرواز کر جاتی ہے۔ رسولِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلّم جب ان کی نمازِ جنازہ اور دفن سے فارغ ہوئے تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! آگاہ ہو جاؤ کہ جو شخص اپنی والدہ کے ساتھ اچھا سلوک نہ کرے اسے دنیا سے کوچ کرتے وقت کلمہ شہادت پڑھنا نصیب نہ ہو گا-

کیا ہم جنت نہیں چاہتے؟ جنت تو ماں کے قدموں تلے ہے، "الجنة تحت اقدام الامهات" اگر ہم جنت چاہتے ہیں تو جس طرح ماں نے آپ کو بچپن میں پالا تھا اسی طرح آپ بھی ان کی خدمت کیجیے۔



ادب اطفال

خرخرشاہ وزیر بنے

پرویز اشرفی

عقلمندی اللہ کی بڑی نعمت ہے۔ عقلمند آدمی سے مشکل حالات میں ہار نہیں مانتا اور کامیاب ہوتا ہے۔ بچو! آج ہم تمہیں ایسی ہی ایک کہانی سناتے ہیں۔

گیر جنگل کے راجہ جنگلی خاں اپنے جگری دوست شیر وخاں سے ملنے دھنوامنوا کے جنگل آیا۔ یہ جنگل چھوٹاناگپور کے پہاڑی علاقہ میں ہے۔اس علاقہ میں اللہ نے معدنیات بھی خوب عطا کئے ہیں۔جنگلی خاں نے دیکھا شیر وخاں فکر مند ہے۔

”کیابات ہے شیر وخاں، تم کس فکر میں ڈوبے ہوئے ہو؟جنگلی خاں نے پوچھا۔کیاسناؤں دوست۔میرے وزیر چیتاخاں اگلے ماہ ریٹائر ہونے والے ہیں۔میں چاہتاہوں ان جیساہی کوئی عقلمند میرا وزیر بنے لیکن اس جنگل میں کون سب سے لائق اور عقلمند ہے اس کا پتہ کیسے چلے؟“شیر وخاں نے کہا۔

”ارے یہ کون سی مشکل ہے میری مانو تو آنکھ بند کر کے خرخرشاہ کو اپناوزیر بنالو اس جنگل میں اس جیسا عقلمند کوئی نہیں۔“جنگلی خاں نے مشورہ دیا۔

شیر وخاں نے کہا:”مانتاہوں کہ خرخرشاہ ہوشیار ہے لیکن آنکھ بند کر کے میں کوئی کام نہیں کرنا چاہتا۔ جنگل کے اور دوسرے باشندوں کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔میں سبھی کو موقع دیناچاہتاہوں۔“

کافی غور کرنے کے بعد شیر وخاں نے یہ فیصلہ کیا کہ ایک مقابلہ کیا جائے جو سب سے زیادہ عقلمند ہوگا اسے ہی وزیر منتخب کرلیں گے۔

”ہاں، تم ٹھیک فرمارہے ہو۔“جنگلی خاں نے حامی بھری۔پھر دونوں بہت دیر تک سوچتے رہے۔اگلے دن دھنوامنوا کے جنگل میں اعلان ہوا۔”اتوار کی صبح جھیل کے کنارے وزیر کے عہدے کے لیے ایک مقابلہ ہوگا۔جنگل کا جو باشندہ اس مقابلہ میں حصہ لیناچاہے اپنانام درج کرادے۔“یہ اعلان سن کر خرخرشاہ، لمبوہاتھی اور دینوگدھا سبھی نے اپنانام درج کرادیا۔اتوار کی صبح

سارا جنگل جھیل کے کنارے اکٹھا ہو گیا اس دلچسپ مقابلے کو دیکھنے کے لئے شیر وخاں اور جنگلی خاں ایک بکری اور ایک گھاس کے گٹھر لے آئے۔ جھیل کے کنارے ایک کشتی کھڑی تھی شیر وخاں نے جنگل کے باشندوں سے کہا۔"اس کشتی سے جنگلی خاں، بکری اور گھاس کے گٹھر کو دوسرے کنارے پر پہنچانا ہے جو اسے پورا کرے گا وہ میرا وزیر بنے گا۔"

کشتی بہت چھوٹی ہے اس پر سب ایک ساتھ سوار نہیں ہو سکتے۔ ہاں ایک بار میں دو لوگ یا جانور جا سکتے ہیں۔ اگر آپ پہلے گھاس کے گٹھر لے گئے تو پیچھے جنگلی خاں بکری کو چٹ کر جائے گا۔ اگر جنگلی خاں کو لے گئے تو بکری گھاس کھا جائے گی۔ اس لیے خوب سوچ سمجھ کر اس کا حل نکالیں۔ ہنس کر سبھی جنگل کے باشندے ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ مگر مقابلہ تو مقابلہ تھا سب سے پہلے لمبو ہاتھی آئے۔ جیسے ہی وہ کشتی پر بیٹھنے لگا کشتی ڈگمگانے لگی۔ سبھی جانور ہنس پڑے۔ دینو گدھے نے ہنستے ہوئے کہا: "دیکھو لمبو اسی لیے کہتا ہوں کہ تمہیں ڈائٹنگ کرنے کی ضرورت ہے۔"، "میرا تو جسم موٹا ہے لیکن تمہاری تو عقل موٹی ہے۔" لمبو ہاتھی چڑھ کر بولا۔

پھر ہاتھی نے بکری کو ناؤ پر بٹھایا اور چل دیا دوسرے کنارے پر بکری کو چھوڑ کر لمبو ہاتھی واپس لوٹا۔ اب وہ سوچنے لگا کہ کسے ناؤ پر بٹھائے جنگلی خاں کو دوسرے کنارے پر لے جائے تو وہ بکری کو کھا جائے گا، گھاس لے جائے تو بکری گھاس کھا جائے گی۔ لمبو ہاتھی کا دماغ گھومنے لگا۔ شیر وخاں کے پاس آکر بولا: "عالی جاہ! مجھے معاف کریں یہ مسئلہ مجھ سے حل نہیں ہو گا۔ لمبو ہاتھی کو گھبرایا دیکھ کر دینو گدھے نے بھی بغیر کوشش کئے ہتھیار ڈال دیئے۔"

آخر کار خرخر شاہ کچھ سوچتا ہوا آیا۔ اس نے سب سے پہلے بکری کو کشتی پر بٹھایا اور چل دیا۔ بکری کو دوسرے کنارے پر چھوڑ کر وہ لوٹا اب اس نے جنگلی خاں کو کشتی پر بٹھالیا۔ جنگلی خاں سوچ رہا تھا کہ جب خرخر شاہ اسے کنارے اتار کر گھاس لینے لوٹے گا تو اس درمیان وہ بکری کا نوالہ بنالے گا۔ لیکن خرخر شاہ کچھ کم چالاک نہیں تھا۔ اس نے جنگلی خاں کو کنارے پر چھوڑ دیا اور فوراً بکری کو کشتی پر بٹھالیا۔ اس پار آکر اس نے بکری کو کنارے پر چھوڑ دیا اور گھاس کا گٹھر لے کر دوسرے کنارے پر پہنچا۔ اب صرف بکری بچی تھی۔ خرخر دوبارہ پہلے کنارے پر آیا اور کشتی میں بکری کو بٹھا کر اسے بھی دوسرے کنارے پر پہنچا دیا۔

خرخر شاہ کی اس عقلمندی کو دیکھ کر جنگل کے سبھی جانور حیرت میں پڑ گئے انہوں نے تالیاں بجا کر خرخر شاہ کو شاباشی دی۔ شیر وخاں نے خرخر شاہ کو گلے لگالیا اور اپنا وزیر مقرر کر لیا۔

نعت سید عالم ﷺ

از: مفکر اسلام حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی صاحب

نعت

منور صبح ہوگی روضۂ خیرالوریٰ ہوگا
زبانِ شوق پر صل علیٰ صل علیٰ ہوگا

جمالِ گنبدِ خضرا پہ صدقے ہوگا دل اپنا
مٹیں گے فاصلے دل ہوگا بابِ حسن وا ہوگا

سہارا دے گی رحمت آپ کی خود اپنے مجرم کو
گناہوں کے تصور سے جہاں دل ڈوبتا ہوگا

برستی ہوں گی آنکھیں جرمِ عصیاں کے تصور سے
زباں خاموش ہوگی دل سراپا مدعا ہوگا

وہ مسجد جس کی بنیادیں امینِ رازِ تقویٰ ہیں
اسی میں مجھ سا عصیاں کوش سجدے میں پڑا ہوگا

پڑا بیمار ہوگا روضۂ جانِ مسیحا پر
وفورِ درد ہوگا اور وہ درد آشنا ہوگا

جبینِ شوق لذت یابِ کیفِ بندگی ہوگی
وہیں سجدے ادا ہوں گے جہاں پہ نقشِ پا ہوگا

نفس گم کردہ حاضر ہوں جہاں پر طائرِ سدرہ
وہاں پر کس طرح حاضر قمؔر سا پُر خطا ہوگا



دینی معلومات

سوال–جواب کارنر

بچوں میں دینی شعور بیدار کرنے کے لیے ضروری ہے کہ انہیں اسلامی معلومات فراہم کی جائیں، دینی واقعات، مذہبی ثقافت اور اسلامی تاریخ سے روشناس کرایا جائے۔ اگر بچے کم عمری ہی سے اسلامی تاریخ، ثقافت اور ادب کے موضوعات پر توجہ دیں گے تو ان کا مستقبل یقیناً پُرنور اور تابناک ہوگا۔

اس کالم میں چند سوالات اور ان کے جوابات شامل ہیں۔ طلبہ و طالبات سے گزارش ہے کہ ہر سوال کو اس کے درست جواب کے ساتھ ملا کر درج ذیل وہاٹس ایپ نمبر پر ارسال کریں۔ آپ کے درست جوابات آئندہ شمارے میں آپ کے نام کے ساتھ شائع کیے جائیں گے۔ (ادارہ) مدیر کا وہاٹس ایپ نمبر +27838463037

سوالات	جوابات
سوال 1: سب سے پہلے عربی خط کس نے لکھا؟۔	حضرت یوسف
سوال 2: حضرت ابراہیم کس عمر میں آگ میں ڈالے گئے؟	16
سوال 3: قوم عرب میں کتنے نبی پیدا ہوئے؟	4
سوال 4: انبیا میں سب سے لمبی عمر کس نے پائی؟	حضرت ایوب
سوال 5: بنی اسرائیل کے سب سے پہلے نبی کون ہیں؟	حضرت آدم
سوال 6: کس نبی کا صبر مشہور ہے؟	حضرت نوح
سوال 7: سب سے پہلے خدا ہونے کا دعوی کس نے کیا؟	فرعون
سوال 8: سب سے پہلے سبحان ربی الاعلی کس نے کہا؟	حضرت جبرئیل
سوال 9: سب سے پہلے اذان کس نے پڑھی؟	حضرت اسرافیل
سوال 10: سب سے پہلے کالا خضاب کس نے لگایا؟	شداد



تشکر و تحسین

ماہنامہ الغوث (مارچ) کے سوال وجواب کارنر میں صحیح جوابات ارسال کرنے والے معزز قارئین کے اسما

ناصرین پروین

بوکارو، جھارکھنڈ

شمیلہ اختری اصدقی

دھنباد، جھارکھنڈ

آشنا ترنم

محلہ باڑا، سہسرام، روہتاس، بہار

میزاب رحمت

رام گڑھ، جھارکھنڈ

سوال وجواب کے کارنر میں شرکت کرنے اور جوابات ارسال کرنے پر ہم آپ تمام کے ذوق علم اور شوق مطالعہ کو خراج تحسین پیش کرتے ہیں اور دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ تمام کو حسنات وبرکات سے مالامال فرمائے اور خیر کثیر سے نوازے۔ آمین

(ادارہ)